لطائف قدسیہ

ملفوظات وارشادات

☆

قلندر زماں

☆

حضرت سید اسد الرحمٰن قدسی اعلی اللہ مقامہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
	پیش لفظ (م۔ا۔ع)	۵
	تعریفات وتشریحات	۱۰
۲	امام	۱۰
۳	رُشد	۱۱
۴	انابت	۱۳
۵	دُعاء	۱۴
۶	قلب	۱۶
	ا۔ قلبِ سقیم	۱۸
	ب۔ قلبِ سلیم	۲۰
۷	روح	۲۳
	ارواحِ ثلاثہ	۲۵
۸	مکاشفہ	۲۷
۹	خطرات کی شناخت	۲۸

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
۱۰	قبض وبسط	۳۰
۱۱	کیفیات	۳۲
	معلومات وتعلیمات	۳۴
۱۲	اسمائے الٰہی	۳۴
۱۳	اسمائے حسنیٰ	۳۵
۱۴	تسبیحاتِ اسماء	۴۶
۱۵	اعظم الاسماء	۴۸
۱۶	اسماء کے رنگ	۵۰
۱۷	اقسام تسانیح	۵۳
۱۸	تجلیات کے مراتب	۵۷
۱۹	اسرار التسانیح	۶۳
۲۰	امور باطنی کی اقسام	۶۹
۲۱	تجلّیاتِ ربانی	۶۹
۲۲	مکاشفاتِ روحانی	۶۹
۲۳	مقاماتِ قرب ربانی	۶۹
۲۴	ضمیمہ (منجانب مؤلف) (م۔ا۔ع)	۷۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالارضِ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّورِ۔

پیش لفظ

زندگی کے تاریک ترین دور میں ایک عزیز و مخلص کرم فرما (ڈاکٹر سیّد مقبول احمد) نے حضرت قبلہ و کعبہ کا تذکرہ کیا اور مجھے بتلایا کی حضرت قبلہ لوح محفوظ پڑھ لیتے ہیں۔ میں ان معاملات سے قطعی نا بلد اور لا تعلق تھا۔ لیکن طبعت رجوع ہوئی اور ان کی وساطت سے حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس زمانے میں وہ کوٹری (نزد حیدر آباد۔ سندھ) میں قیام فرماتے تھے۔ میری ایما پر مجھے تنہا حاضری کا شرف عنایت فرمایا۔ جب حاضر خدمت ہوا (۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء) حضرت قبلہ اپنی مسند پر دو زانو بیٹھے جھوم رہے تھے۔ یکلخت نانی صاحبہ (محترمہ فردوس بیگم) سے بار ہا سنا ہوا جملہ نظر کے سامنے آگیا۔ 'یا جھومے امیر یا جھومے فقیر'

جس تباہ کن مسئلہ کو لے کر میں حاضر خدمت ہوا تھا، اس بارے میں مجھے ہدایت فرمائی۔ حضرت قبلہ نے کتاب 'فیضان قدسی' عطا فرمائی، یہ کہہ کر کہ اس سے میرے (نسبتی) دادا ابا (حضرت تھانوی) سے ان کے مراسم کے بارے میں معلومات حاصل ہوگی۔ آخر میں مجھے حاضر ہوتے رہنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

کچھ عرصے بعد حضرت قبلہ نے (گوشہ ادب لاہور سے شائع ہوئی) 'علم و عرفان' 'اطمینان

قلب' اور 'کشکول قلندری' منگا کر عنایت فرمائیں۔

مجھے 'کشکول قلندری' میں فلسفہ کی کاوش کا تکملہ نظر آیا۔ اسماء حسنیٰ اور تسبیحات اسماء میں وہ راہ و منزل نظر آئیں جن پر فلسفہ کی دھن میں گامزن تھا۔ حضرت قبلہ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ ارشاد فرمایا 'تمہیں بجلی کا کرنٹ درکار ہے' اور اپنے دست اقدس میں جاری برقِ قلندریہ سے فیضان فرمایا۔ (۹ مارچ ۱۹۵٦ء)

'کشکول قلندری' کے گنجینہ معانی پر بار بار فلسفیانہ دستِ سوال دراز کرنا پڑا۔ سوالات کے سلسلۂ جاریہ پر بارہا برہمی کا اظہار بھی ہوا۔ فلسفہ کے پر خطر عوالم فکر و نظر میں آبلہ پا جوئیندہ کے لئے یہ کبھی مہمیز اور کبھی تازیانہ تھا۔

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور۔
جبکہ فلسفہ کا استفسار علی الدوام

ادھر حضرت قبلہ خود فلسفہ کے عوالم میں سیراب ہو چکے تھے (اور ان سے گزر چکے تھے)

مجھے پیشِ خدمت ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت قبلہ نے فرمایا تھا کہ ان کا روحانی مقام ایسا ہے کہ انہیں سوال کا جواب دینا پڑتا ہے۔ نتیجتاً فلسفہ کی رو میں لاانتہا سوالات اور قلندری بحر ذخار سے ملفوظات اور ارشادات جاری رہے۔

میرا کوئی سوال جواب سے تشنہ نہ رہا (گو بے شمار سوالات کوشش کے باوجود پیشِ خدمت نہ کر سکا)۔ بعض سوالات پر سختی کے ساتھ تنبیہ ہوئی (ان سوالات کی تکرار جاری رہی)۔

گاہے گاہے ایک سوال کے جواب میں ارشادات کا سلسلہ رواں ہوگیا (اور وہ لطائف عطا ہوئے کہ طالب کو ان کا گمان بھی نہ تھا)۔ بعض سوالات کے جواب میں تاخیر ہوئی (اور خوب ہوئی)۔ مثلاً ایک سوال پیش خدمت ہوئے عرصہ گذر گیا۔ میں نے تکرار بھی نہیں کی۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا۔ کیا یاد ہے کہ یہ سوال پوچھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ دس سال گذر گئے۔ حضرت قبلہ نے مسکرا کر فرمایا 'جواب لکھ لو'

بیس سال کے عرصہ میں بارہا حاضر خدمت ہونے کی (اور حاضر خدمت رہنے کی) اجازت ملتی رہی اور معرفت وحقیقت کے خزائن سپرد قلم ہوتے رہے۔ اس کا مقصد فلسفہ کے ایک طالب حقیقت کی تعلیم وتربیت تھی۔ اس دوران ایک مرحلہ پر حضرت قبلہ نے ملفوظات وارشادات کے ذخیرہ پر ایک نظر ڈالی اور منتخب 'لطائفِ قدسیہ' کو مرتب فرمایا۔ (ان کا مسودہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۶ء بذریعہ رجسٹری موصول ہوا تھا)۔ مجھے ہدایت فرمائی کہ ان کو شائع کرادیا جائے۔ اس بارے میں بار بار تاکید فرمائی۔ ایک مرتبہ یہ بھی فرمادیا کہ امید نہیں کہ میری زندگی میں شائع کر سکو گے۔

۲۴ جون - ۲ جولائی ۱۹۷۷ء آخری مرتبہ حاضر خدمت ہوا تھا۔ اس دوران (۴ جولائی) حضرت قبلہ نے 'لطائفِ قدسیہ) کے مسودہ کے ہر ایک صفحے کے بغور ملاحظہ کے بعد فرمایا 'بہت اہم کتاب ہے' (اور یہ کئی بار فرمایا)

یہ وضاحت بھی نہایت اہم ہے کہ 'لطائف قدسیہ' میں ملفوظات وارشادات لفظ بہ لفظ حضرت قبلہ کے ہیں اور ''لطائف قدسیہ'' خود حضرت قبلہ وکعبہ کے مرتب فرمائے ہوئے ہیں۔

احقر صرف سوالات کے سلسلۂ جاریہ کا ماخذ ہے اور حضرت کے کشکول قلندریہ سے جاری

ملفوظات وارشادات ولطائف کا قلزم ہے اور آخر میں ضمیمہ کی صورت میں بعض ملفوظات و ارشادات کا موتلف ہے۔

ارکان قلندریہ کی کلید اللہ کا نقش مبارک جو حضرت قبلہ نے اپنے دستِ صدیقیہ وحیدریہ سے مرتب فرما کر احقر کو عطا فرمایا تھا۔ لطائف میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ کے چار فوٹو بھی شامل ہیں۔ ان میں تین فوٹو پر حضرت قبلہ کے دستِ مبارک سے تحریر ہے کہ ان کے کس مرتبہ ومقامِ قلندری پر فوٹو لیا ہوا ہے۔

۱۔ قلندرِ مہری

۲۔ قلندرِ قہری

۳۔ قلندرِ دہری، اور آخر میں

۴۔ قلندرِ زمان

رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔

کراچی | احقر
۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ | محمد اکرام علی

پیش لفظ (۲)

"لطائف قدسیہ" کی موجودہ اشاعت میں سابقہ صفحہ ۳۵-۴۰ میں تبدیلی کی گئی ہے۔ گو یہ اضافہ یا معنوی اختراع کی جسارت نہیں ہے۔

"ضمیمہ" میں مولف نے کچھ تراميم کی ہیں جن کا ماخذ حضرت قبلہ کی تصانیف اور احقر کے پاس انکے ملفوظات ہیں۔

"لطائف" کی موجودہ اشاعت کے ذمہ دار ہیں۔

عبدالعزیز رحمانی ولد خلیل احمد رحمانی (مرحوم) (جو حضرت قبلہ کے کوٹری (نزد حیدرآباد سندھ) میں قیام کے دوران حاضر خدمت رہتے تھے)

"لطائف" کی موجودہ کتابی صورت میں اشاعت انہی کی مصروفیات و کثیر اخراجات کا ماحصل ہے۔ (م-ا-ع)

کراچی — احقر

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ — محمدؐ اکرام علی

تعریفات وتشریحات

امام :-

'امام' کے لغوی معنی ہیں آگے چلنے والا راہنما۔ مذہبی اصطلاح میں 'امام' سے مراد ہے
دینی پیشوا یا دینی کتاب یعنی آسمانی صحیفہ

۱۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا [۱]

ہم نے تم کو لوگوں کا امام بنایا

۲۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا [۲]

اور ہم کو متقیوں کا امام بنا

۳۔ کِتٰبُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّرَحْمَةً [۳]

موسیٰؑ کی کتاب امام اور رحمت

۴۔ کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ [۴]

ہم نے ہر چیز امام مبین میں بیان کر دی

---

[۱] البقرہ ۱۲۴۔ [۲] الفرقان ۷۴۔ [۳] ہود ۱۷۔ [۴] یٰسین ۱۲۔

رشد:-

'رشد' کے لغوی معنی ہیں سمجھ بوجھ۔ مذہبی اصطلاح میں 'رشد' سے مراد ہے دینی اسرار، ہدایت حق، راز کی چیزیں، راہ نجات

۱۔ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ [۱]

ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے دینی اسرار بتائے تھے۔

۲۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ [۲]

دین میں کوئی اکراہ نہیں ہے کیونکہ ہدایت حق گمراہی سے ممیز ہو چکی ہے۔

۳۔ قَالَ لَہٗ مُوْسٰی ھَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا [۳]

موسیٰؑ نے ان سے کہا ہم اس شرط پر آپ کی اتباع چاہتے ہیں کہ جو راز کی چیزیں آپ کو سکھائی گئی ہیں وہ ہم کو بھی سکھا دیں۔

۴۔ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ [۴]

اے قوم میری پیروی کرو میں تمھیں راہ نجات دکھاؤں گا۔

---

[۱] انبیاء ۵۱۔ [۲] البقرہ ۲۵۶۔ [۳] الکھف ۶۶۔ [۴] المومن ۳۸۔

جو شخص منصب امامت پر فائز ہوتا ہے اسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت خاص سے سرفراز فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [۱]

اور اپنے حضور سے علم عطا فرماتا ہے۔

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا [۲]

ہم نے اسکو اپنی حضور سے رحمت دی اور ایک علم خصوصیت سے سکھایا۔

'خصوصی علم' کیا ہے؟ 'رشد'۔ اسی کو 'علم لدنی' اور 'علم اسرار' کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص منصب امامت پر فائز ہو کر رشد سے شرف یاب ہوتا ہے۔ 'صاحب ارشاد وہدایت' کہلاتا ہے۔

منصب امامت پر وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو کتاب وسنت کی کامل اتباع کے ساتھ حصول رشد کی سعی کرے۔

حصول علم لدنی کے لئے تسبیحات عصر کی چھٹی تسبیح مخصوص ہے۔ ستر بار روزآنہ

---

[۱] البقرہ ۱۰۵۔ [۲] الکھف ۶۵۔

پڑھی جائے۔ عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے بغیر تسبیحات کا اثر کامل طور سے ظاہر نہیں ہوتا۔

سُبۡحٰنَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ۔

انابت:۔

'انابت' کے لغوی معنی ہیں یکسوئی، دلگرفتگی، مذہبی اصطلاح میں انابت سے مراد ہے حضور قلب کے ساتھ رجوع الی اللہ۔

۱۔ اِذۡ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ [۱]

جب آئے اپنے رب کے حضور میں قلب سلیم کے ساتھ۔

۲۔ وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ [۲]

جس نے میری طرف رجوع کیا اس کا اتباع کرو۔

حضور قلب کے ساتھ رجوع الی اللہ کا حصول دعا و تسبیحات کی کثرت سے ہوتا ہے۔

---

[۱] الصّٰفّٰت ۸۴۔ [۲] لقمٰن ۱۵۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ه
وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ ۱

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو اور صبح و شام تسبیحات اسماءِ حسنٰی پڑھا کرو۔

دعا:۔

"دعا" کے لغوی معنی ہیں پکارنا۔

مذہبی اصطلاح میں دعا سے مراد ہے اللہ کے اسماءِ حسنٰی پڑھنا۔

لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ ۲

اللہ کے اسماءِ حسنٰی پڑھو۔

اسماءِ حسنٰی دو طرح سے پڑھے جاتے ہیں۔ ایک بطور ذکر دوسرے بطور تسبیح۔ 'ذکر' کے لئے اسماءِ دعائی میں سے کوئی ایک اسم جس سے دل کا لگاؤ ہو کثرت سے پڑھا جائے۔

۱۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۳

اپنے رب کا نام پڑھا کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔

---

۱ الاحزاب ۴۱-۴۲۔ ۲ الاعراف ۱۸۰۔ ۳ علق ۱۔

۲۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا [1]

اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور اس کے ساتھ جت جاؤ جو جتنے کا حق ہے۔

ذکر کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ۔ ہر فرصت میں کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے۔ تسبیح کے لئے صبح و شام کا وقت مقرر ہے۔

تسبیح میں دو اسم ملا کر پڑھے جاتے ہیں۔ تسبیح، تحمید اور تحلیل کے ساتھ۔

۱۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا اِلٰهَ اللّٰهُ هُوَ۔ فجر کے ساتھ

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عصر کے ساتھ۔

تسبیح دو قسم کی ہے اسمائی و توصیفی۔

اسمائی تسبیحات فجر و عصر میں پڑھتے ہیں اور توصیفی تسبیحات مغرب عشاء اور تہجد میں پڑھتے ہیں۔

افضل التسابیح، اعظم الاذکار، وردِ صبحگاہی، توصیفی تسبیحات ہیں۔

تسبیحات اسماء، جو فجر و عصر میں پڑھتے ہیں اسرار الٰہی کا گنجینہ ہیں۔ جس تسبیح سے قلبی تعلق ہو اسے ستر بار تکرار کرنا چاہیے۔

---

[1] مزمل ۸۔

دعا:-

'دعا' کے دوسرے معنی ہیں۔ مانگنا، فریاد کرنا

ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ [1]

مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔

دعا سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے۔ سورۃ فاتحہ، دعا جلیلہ اور ادعیہ قرآنیہ میں دین ودنیا کی سب نعمتیں ہیں۔ کاش لوگ سمجھیں۔

قلب:-

اطباء وحکما کے نزدیک حیات حیوانی اور نظام جسمانی کے جملہ مراکز دماغ سے متعلق ہیں۔ مگر اہل مکاشفہ کے نزدیک سب کچھ دل سے وابستہ ہے۔ جملہ مدرکات ومشاہدات اور تمام واردات کا مرکزِ اعظم قلب میں ہے۔ قلب سلطنت جسم کا بادشاہ ہے۔ اور دماغ وزیر ہے۔ احکام کا اجرا قلب سے ہوتا ہے اور ان کی تعمیل دماغ کے مراکز سے ہوتی ہے۔ مراکز دماغ مختلف شعبوں پر مشتمل ہیں۔

---

[1] مومن ۶۰۔

خالقِ کائنات جل شانہ، نے قلب میں قوت حیات ودیعت فرمائی ہے۔ جب تک یہ قوت قلب میں موجود رہتی ہے قلب کی حرکت جاری رہتی ہے اور قلب سے ہر حرکت کے ساتھ دماغ کو احکام موصول ہوتے ہیں اور دماغ سے ان کا اپنے اپنے شعبوں میں عمل وقوع میں آتا ہے۔

حکماء کے نزدیک ارادہ دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ اہل باطن کے نزدیک ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور دماغ ارادہ کی تکمیل کرتا ہے۔ قرآن مجید میں خالقِ مخلوقات جلِ جلالہٗ نے جملہ اکتساب وافعال قلب ہی کے ماتحت ظاہر فرمائے ہیں۔ وحی الٰہی کا نزول قلب پر ہوتا ہے نہ کہ دماغ پر۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ [1]

اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارہ ہوا ہے۔ روح الامین اسے لے کر تیرے قلب پر اترا ہے۔

قوت حیات یعنی روح کا مرکز یا دارالحکومت قلب میں ہے۔ اور قلب ایک مضغہ گوشت ہے جو سینہ کے اندر ہے۔ ظرف مظروف کی جگہ بولا گیا ہے۔ قلب سے مراد ہے قوتِ حیات یا روح۔

---

[1] الشعرا ۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴۔

عزم دل میں پیدا ہوتا ہے اور شعور کے مسائل دماغ میں حل ہوتے ہیں۔ جو قویٰ عزم سے متعلق ہیں وہ قوائے قلبی کہلاتے ہیں۔ اور جو قویٰ شعور سے تعلق رکھتے ہیں وہ قوائے دماغی کہلاتے ہیں۔ قوائے قلبی پاکیزہ افعال سے ابھرتے ہیں اور قوائے دماغی کا ابھار افکار عالیہ سے ہوتا ہے۔ بدعملی اور کج فہمی بھی ان ہی قوائے قلبی و دماغی سے ظہور میں آتی ہے۔ قوائے دماغی قوائے قلبی کے ماتحت رہتے ہیں۔ اصل سرچشمہ دل ہی ہے۔ دماغ محض ایک عضو شریف ہے۔

قلب بہ اعتبار مزاج اور بلحاظ طبعیت دو قسم ہے۔ قلب سقیم اور قلب سلیم۔

ا۔ قلب سقیم :-

قرآن مجید میں قلب سقیم کے حسب ذیل اوصاف بیان ہوئے ہیں جو تمام قبائح اور رذائل کا منبع ہیں۔

ا۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِیْ رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ [۱]

انکے قلوب شک میں پڑے ہیں اور وہ اپنے شک میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

---

[۱] التوبہ ۴۵۔

۲۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؎۱

اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے تو وہ پتھر کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی سخت تر۔

۳۔ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ؎۲

آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

۴۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ؎۳

کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے کہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں۔

؎۱ البقرہ ۷۴۔ ؎۲ الحج ۴۶۔ ؎۳ محمد ۲۴۔

۵۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ [۱]

ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے

۶۔ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ [۲]

ان کے دلوں میں بیماری ہے

۷۔ لَہُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَہُوۡنَ بِہَا [۳]

ان کے دل تو ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں۔

۲۔ قلب سلیم:۔

قرآن مجید میں قلب سلیم کے حسب ذیل صفات حسنہ ہیں۔

۱۔ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ
وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ
زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ [۴]

---

[۱] البقرہ ۸۔ [۲] البقرہ ۱۰۔ [۳] الاعراف ۱۷۹۔ [۴] الانفال ۲۔

ایمان والے وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کی آیتیں ان کو سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھاتی ہیں۔

۲۔ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ ؕ [۱]

جو اللہ پر ایمان لاتا ہے۔ اللہ اس کے قلب کی ہدایت فرماتا ہے۔

۳۔ یَھْدِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [۲]

وہ ہدایت فرماتا ہے اس کی جو اس کی طرف رجوع ہوا۔ یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور ان کے قلوب ذکر الٰہی سے مطمئن ہوتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ ذکر الٰہی سے ہی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

۴۔ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ہ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ [۳]

---

[۱] التغابن ۱۱۔ [۲] الرعد ۲۸۔ [۳] الشعرا ۸۸-۸۹۔

مال اولاد کچھ کام نہ آئیں گے مگر جو قلب سلیم لے کر حاضر ہو وہی کام آئے گا۔

۵۔ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ہ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ [۱]

جو قلب منیب کے ساتھ حاضر ہوا اس سے کہیں گے سلامتی کے ساتھ دارالسلام میں داخل ہو جاؤ۔

۶۔ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ [۲]

جو قلوب اللہ سے ڈرتے ہیں وہ شعائر اللہ کی عظمت کرتے ہیں۔

۷۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ [۳]

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی سے ان کے دل گداز ہوں؟

آیات کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خیر و شر کا سرچشمہ قلب میں ہے اور اسکی نہریں دماغ سے نکلتی ہیں۔

---

[۱] ق ۳۳-۳۴۔ [۲] الحج ۳۲۔ [۳] الحدید ۱۶۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ ہر خوبی اور ہر خرابی قلب سے ہی تعلق رکھتی ہے تو پھر ضروری ہے کہ قلب کی صحت وسلامتی اور اصلاح حال کی سعی کی جائے۔ پہلی چیز عقائد صحیحہ کے ساتھ اعمال صالحہ ہیں کہ ان سے بڑی حد تک اصلاح حال ہوجاتی ہے۔ قلب سقیم کے بعض اسقام بہت جدوجہد اور ریاضات شاقہ سے صحت یاب ہوتے ہیں۔

مہر زدہ قلب تو کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ قلب مریب۔ قلب زنگ خوردہ۔ قلب کور۔ قلب مقفل۔ قلب غلیظ اور قلب غافل ہدایت یافتہ ہوکر قلب سلیم ہوجاتا ہے۔ عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ جب تسبیحاتِ اسماء قلندری طریقہ کے مطابق کثرت سے پڑھی جائیں تو فضل الٰہی سے یقینی طور پر سکون خاطر اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

روح:-

انسان کے لیے تین قسم کی روح ہوتی ہے۔ اول نباتی جس سے وہ نمو پاتا اور بڑھتا ہے۔ دوسرے حیوانی کہ جس سے وہ حس و حرکت کرتا ہے۔ ان دونوں میں نباتات و حیوان شریک ہیں۔ اور تیسری روح نفس ناطقہ ہے۔ اور یہ روح اضافی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ساتھ اضافت دی ہے۔ ارشاد ہے

نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (پھونکا میں نے اپنی روح سے) [1]

---

[1] ص ۷۲۔

اسی روح کے لئے ہے کہ اس میں انسان کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔انسان کا مرتبہ اسی سے عالی ہے اور عجائب وغرائب اسی سے واقع ہوتے ہیں۔روح حیوانی اور روح نباتی جسم ہی سے پیدا ہوئے ہیں اور جان نکلنے کے بعد ان کا وجود نہیں رہتا۔ تیسری روح اضافی جو بدن عنصری کے فاسد ہونے تک تدبیر بدن اور اس میں تصرف کرتی رہتی ہے۔بدن فاسد ہوجانے کے بعد خود ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

روح کے لئے دو بدن ہوتے ہیں۔ایک 'عنصری' دوسرے 'مثالی'۔

'جسم عنصری' فانی ہوجاتا ہے۔لیکن 'جسم مثالی' فاسد نہیں ہوتا۔جب تک روح اس زندگی میں ہے اس وقت تک اس جسم عنصری سے تعلق رکھتی ہے۔اور اس بدن کے فاسد ہونے کے بعد جسم مثالی سے متعلق ہوجاتی ہے۔

اِلّا ماشاء اللّٰہ۔یہ بات ذوق کے ذریعہ سے سب ہی کو معلوم ہے کیونکہ جب خواب میں بدن عنصری معطل ہوجاتا ہے تو اس وقت دوسرے بدن کے ذریعہ سے یہی روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے۔اگر بدن عنصری کی تدبیر چھوڑ دے تو وہ بدن فاسد ہوجائے گا اور اسی کو موت فاسد کہتے ہیں۔

روح اطباء کے نزدیک خون لطیف کا بخار ہے جو تین جگہوں پر بدن میں رہتا ہے۔

اوّل جگر۔ وہاں اس کا نام روحِ طبعی ہے۔ دوم دل۔ وہاں اس کا نام روحِ حیوانی ہے۔ سوم دماغ وہاں اس کا نام روحِ نفسانی ہے۔

یہ تینوں روحیں انہیں تین مقامات سے تمام بدن اور تمام اعضاء میں اس طرح پہنچتی ہیں کہ جگر سے بذریعہ آنتوں کے اور دل سے بذریعہ رگوں کے اور دماغ سے بذریعہ پٹھوں کے، اطباء سوا ان ارواح کے جن کو خون لطیف کا بخار کہتے ہیں اور جن کی مدد سے بدن عنصری کے اجزا کو چھوا اور دیکھا جا سکتا ہے اور کوئی روح نہیں جانتے ہیں اور نہ مانتے ہیں۔

ارواحِ ثلاثہ:-

۱۔ روح طبعی جو جگر میں ہے۔اس کا کام ہے غذا کو لے اور اس میں تصرف کرے اور جسم کو بڑھائے اور بدن میں حسبِ ضرورت تینوں طرف پہنچائے۔

۲۔ روح حیوانی جو دل میں ہے۔اس سے حیوٰۃ حیوانی متعلق ہے یعنی جسم حیوانی کو زندہ اور حس و حرکت کرنے کے قابل رکھے۔

۳۔ روح نفسانی جو دماغ میں ہے اس سے حسِ ارادی بذریعہ اعصاب (پٹھوں) کے تمام اعضاء میں پہنچتی ہے۔ اور اسی طرح حرکتِ ارادی بدن میں اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

روح انسانی ایک جوہر مجرد ہے جو بدن سے متعلق ہوتا ہے اور بدن میں تدبیر اور تصرف کرتا ہے۔ اصطلاح میں اسی کو 'نفس ناطقہء بشریہ' کہتے ہیں اور تدبیر بدنی اسی کی توجہ سے ہوتی ہے۔ تاکہ ہر عضو کی روح بجائے خود کام کرے۔ بدن کی زندگی اسی سے قائم رہتی ہے۔ جب وہ بدن کی تدبیر کرنے اور اس کے تعلق سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو ارواحِ ثلٰثہ و قویٰ و اعضاء سب بیکار ہو جاتے ہیں اور اسی کو موت کہتے ہیں۔ بدن عنصری کے علیحدہ ہونے پر وہ جوہر بدن مثالی اختیار کر لیتا ہے اور اسی کو رنج و راحت اور نعمت حاصل ہوتی ہے۔

یہی روح مجرد جس کو 'نفسِ ناطقہ بشریہ' بھی کہتے ہیں۔ انسان کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہی فرق انسان کے اور دیگر حیوانات کے درمیان ہے اور یہی 'نفس ناطقہ' ہے کہ جس کے لئے حکم اور منادی اور عتاب اور ثواب ہے۔

مکاشفہ :-

مکاشفہ کی دو قسمیں ہیں۔ مشہودات اور محسوسات۔

مشہودات کا اصل میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ محسوسات کا اصل میں وجود ہوتا ہے۔ اگر مشہودات میں محو ہو جائے تو محسوسات سے محرومی رہتی ہے۔ اگر مشہودات کو نظر انداز کرتا جائے تو محسوسات تک ترقی ہوتی ہے۔

مشاہدات اور محسوسات میں فرق یہ ہے کہ مشاہدات صرف تصور میں انعکاسی طور پر نمایاں ہوتے ہیں۔ اور محسوسات چشمِ باطن پر اس طرح نمودار ہوتے ہیں جیسے ظاہری آنکھ سے دیکھ رہے ہوں یا ہاتھ سے چھو رہے ہوں۔

انعکاسی شکلیں جو مشاہدات کی ذیل میں نمایاں ہوتی ہیں وہ بہ یک آنِ واحد اپنی ہیئت کزائی بدل سکتی ہیں۔ مثلاً شیر نظر آیا وہ آناً فاناً گھوڑا بن سکتا ہے۔ یا زرد رنگ کا کوئی جلوہ نظر آیا ہے وہ فوری طور پر کسی دوسرے رنگ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ یہ سب مشاہداتی معکوسات ہیں۔

محسوسات کی ذیل میں جو چیزیں مشہود ہوتی ہیں وہ بہ یک آن واحد متغیر و متبدل نہیں ہوتیں۔ جس ہیئت کزائی میں نمودار ہوتی ہیں اپنی آخری نمود تک برقرار رہتی ہیں۔ یہ باریک اور لطیف فرق ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔

خطرات کی شناخت:-

خطرات چار طریقے کے ہوتے ہیں۔

۱۔ رحمٰن کی طرف سے ۲۔ ملک کی طرف سے

۳۔ نفس کی طرف سے ۴۔ شیطان کی طرف سے

۱۔ خطرہ رحمانی طالب حق کے لئے تنبیہ کے طور پر ہوتا ہے اور وہ بے سبب دل میں آتا ہے اور حق کی طرف اس سے کشش ہوتی ہے۔

۲۔ خطرہ ملکی سے اطاعت اور عبادت میں قوت اور ہیجان اور تحریک پیدا ہوتی ہے اور اس سے عالم علوی اور امور اخروی کی طرف کشش ہوتی ہے۔

ایک قسم خطرہ روحانی بھی ہے اور اس کی علامت بغیر قلبی اعتراض کے اطمینان حاصل ہونا ہے۔

خطرہ ملکی اور خطرہ روحی یا روحانی میں بہت باریک فرق ہے دونوں نیکی ہی کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔

۳۔ خطرہ نفسانی شہوات کی طرف لے جاتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور عیش و عشرت اور طلب دنیا کی طرف دل میں کشش ثبت کرتا ہے۔

۴۔ خطرہ شیطانی کا کام گناہوں کو زینت دینا ہے اور دل کو بری عادات اور حرکات کی طرف متوجہ کرنا اور عالم اسفل میں ڈالنا ہے۔

طالبان راہِ حق کے لئے ان خطرات کی شناخت لازمی ہے اس لئے کہ ان کے پہچاننے میں سعادت ہے اور نہ پہچاننے میں ہلاکت۔ عبادت کی قبولیت کے لیے اخلاص شرط ہے۔ ان خطروں کی شناخت کے بغیر اخلاص پیدا ہونا ناممکن ہے۔ جب کوئی خواہش دل میں آئے اگر وہ روحانی یا حقانی ہو تو اس پر عمل کرنا چاہئے اور خلوص کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اگر وہ خواہش نفسانی یا شیطانی ہو تو اس سے دور رہنا چاہیے کیونکہ اس پر عمل کرنا غلطی ہے۔

دل میں جو کچھ آئے اور اس میں بندہ کے کسی عمل کا دخل نہ ہو تو وہ خطرات میں شامل نہ ہوگا۔ بلکہ واردات میں شامل ہوگا۔ واردات عام ہیں اور خواطر خاص۔ خواطر کو کسی خاص بات پر مخصوص کیا جاتا ہے اور واردات کے لئے اس قسم کے خصوصیات نہیں ہوتے ہیں۔

قبض وبسط :-

'قبض وبسط' دونوں صفتیں قلب کے احوال میں سے ہیں۔بسط کی حالت میں نفس کو لذت ہوتی ہے اور قبض کی حالت میں رنج۔ان دونوں حالتوں میں یہ آداب ضروری ہیں۔

مثلاً جب قبض طاری ہو تو دو باتوں میں سے ایک ہونا ضروری ہے کہ یا تو کسی سبب سے ہے یا بلا سبب کے ہے۔اگر سبب نہ معلوم ہو تو اس حالت کو تسلیم کرلے اور اس کو ہٹانے کی خواہش نہ کرے۔ کیونکہ اس کے نفی کرنے میں کوشش کرے گا تو ممکن ہے اس میں زیادتی ہوجائے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بے ادبی قرار پا جائے اور تسلیم کی حالت میں ممکن ہے کہ قبض اس پر سے اٹھالیا جائے۔ بمصداق وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ [1]

اسی طرح بسط بھی کبھی سبب سے ہوتا ہے اور کبھی بے سبب ہوتا ہے۔اگر سبب معلوم نہ ہو تو اس میں بھی سکون لازم ہے۔ادب کی رعایت رکھنا چاہیئے اور پوشیدہ سبب سے

---

[1] البقرہ ۲۴۵۔

ڈرنا چاہیے۔

ایسے بندے کم ہیں جو قبض وبسط سے خالی ہوں۔

زمانہ ریاضت میں اکثر واردات قلبی کا نزول ہوتا ہے۔ان میں پیشتر تو ذہنی تصورات اور دماغی تفکرات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔اور بعض براہ راست ملاءاعلیٰ سے وارد ہوتے ہیں۔

واردات قلبی دو ہی قسم ہیں۔ ذہنی اور حقیقی۔ ذہنی واردات کے ذیل میں تحت الشعوری جذبات کارفرما ہوتے ہیں اور حقیقی واردات کا ورود ملاءاعلیٰ سے ہوتا ہے۔بعض واردات ملکوتی ہوتے ہیں بعض جبروتی۔کبھی کبھی ان واردات میں شیطانی مداخلت بھی ہوجاتی ہے۔شیطانی واردات کے بعد قلب پر ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ یہ خاص شناخت ہے۔کبھی بعض ملکوتی وارد بھی بوجھل ہوتا ہے مگر اس سے طبعیت میں کچھ تکدر واقع نہیں ہوتا۔

جبروتی واردات میں اہل حال پر استغراق کامل طاری ہوتا ہے۔واردات کے ختم ہونے پر خوف محسوس ہوتا ہے پھر فوراً ہی سکون اور طمانیت کی کیفیت نمایاں ہوجاتی ہے۔

یہ اختلافات اگرچہ نہایت باریک اور نازک ہیں مگر ان کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔

واردات ملکوتی وجبروتی مبتدیوں پر نہیں ہوا کرتے۔مبتدیوں پر بہ زمانہ مجاہدات بہ وقت مراقبہ جس قدر بھی احوال وارد ہوتے ہیں وہ سب ناسوتی ہوتے ہیں اس لئے ہرگز ہرگز قابلِ التفات نہیں ہوتے۔

کیفیات:-

کیفیات اپنی نوعیت کے لحاظ سے دو طرح کی ہوتی ہیں۔

۱۔ ذہنی یا دماغی ۲۔ قلبی

کیفیات ذہنی کا تعلق تحت الشعور سے ہوتا ہے۔ جس طرح بحالت خواب تحت الشعوری جذبات اور تخیلات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس طرح اذکار و اوراد کے دوران بھی ان کا اظہار ہوتا ہے۔

مشاہدات اسی ذیل میں ہیں۔ مختلف روشنیاں۔ رنگ۔ مناظر اور اشکال جو دوران ورد ظاہر ہوتے ہیں ان سب کا تعلق تحت الشعور سے ہے۔ کیفیات ذہنی جو مشاہدہ میں آتی ہیں۔ بیشتر تحت الشعور۔ متخیلہ اور متصورہ کی پیداوار ہوتی ہیں۔

یہ سب کیفیات غیر حقیقی اور عارضی ہوتی ہیں یہ اس وقت تک ظاہر ہوتی ہیں جب تک کہ تحت الشعور اپنے جذبات اور تخیلات سے پاک نہیں ہوتا۔

ان عارضی کیفیات کے بعد جو کیفیات ظاہر ہوتی ہیں وہ مستقل اور قائم ہوتی ہیں ان کی ابتداء قلب پر آئندہ واقعات کے اظہار سے ہوتی ہے۔

کیفیات قلبی کا اظہار جسم پر ہوتا ہے احساس لذت۔ ارتعاش اعضاء۔ خوشبوئیں اور آوازیں

اس ذیل میں آتی ہیں۔ان کا مشاہدہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی متخیلہ اور متصورہ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔

کیفیات قلبی یا جسمانی بھی متغیر ہوتی رہتی ہیں۔مثلاً جو آواز ایک مرتبہ سنائی دے لازم نہیں کہ ہمیشہ سنائی دے۔

معلومات وتعلیمات

اسماءالٰہی :-

۱۔ اسماءقدوسی وہ اسماء ہیں جنکا اطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کسی دوسری ہستی پر نہیں ہوسکتا۔ جیسے اسماءقدوسی ''رحمٰن''۔''رحیم''۔''وَھاب''۔

۲۔ اسماءجلالی۔وہ اسماء ہیں جن سے باری تعالیٰ کی عظمت وجبروت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ اسماءجمالی۔وہ اسماء ہیں جن سے صفت تخلیق وپرورش کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ روزازل میں ارواح کی تین صفوں میں سے ایک صف پر اسماءقدوسی کی تجلّی پرتو فگن ہوئی۔ یہ ارواح طیبہ انبیاء علیہم السلام کی ہیں اور انہی کے تحت قلندرانِ دہری بھی ہیں۔

۲۔ جس صف پر اسماءجلالی کی تجلّی پرتو فگن ہوئی وہ قلندرانِ قہری ہیں۔ انہی کے زیرتحت جملہ سلاطین وملوک ہیں۔

۳۔ اسماء جمالی کی تجلی جن ارواح پر متجلی ہوئی وہ قلندرانِ مہری ہیں۔ انہی کے تحت جملہ مخلوقات ہیں۔ مدارج و مراتب سب کے مختلف ہیں۔

اسماءِ حسنیٰ :۔

اسماءِ حسنیٰ قلندری تعلیمات کی روح رواں ہیں۔ انہی پر مداومت کرنے سے جملہ کمالات روحانی و باطنی کا حصول اور ظہور ہوتا ہے۔

ان اسماء کو دعائی اور تسبیحی طور پر تلاوت کرنے سے ان کی دعواتِ انفسی و آفاقی ادا ہوتی ہے۔

۱۔ اسماء کے 'خواص و تاثیرات' :۔

اسماءِ حسنیٰ میں ہر اسم کے مخصوص 'خواص' اور 'تاثیرات' ہیں۔ اسماء کے 'خواص' سے انکی حقیقت مراد ہے اور جب یہ حقیقت ظاہر ہو چکے تو یہ اسم کی 'تاثیر' ہے۔ خواص کے ظہور کو تاثیر کہتے ہیں۔

۲۔ اسماء کے اسرار :۔

کسی اسم کی تلاوت سے اسکے خواص و تاثیرات کا ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً اسم رزاق کی

تلاوت سے رزق میں فراخی اور کشادگی ہوتی ہے۔اس طرح اس اسم کی تاثیر ظہور میں آتی ہے۔اب رزق کی فراخی تو اس اسم کی تاثیر ہے۔لیکن یہ رزق کی فراخی کس طرح ہوتی ہے اس کو 'سرّ' کہتے ہیں۔سرّ کے معنی بھید کے ہیں۔مثلاً نمک تلخ ہے اور شکر شیریں ہے۔مگر نمک تلخ کیوں ہے اور شکر شیریں کیوں ہے؟ نمک کی تلخی اور شکر کی شیرینی 'اسرار' ہیں اور اہل ظاہر پہ یہ راز ہی رہتے ہیں۔لیکن اہل باطن پہ یہ راز ظاہر ہو جاتا ہے کہ مثلاً نمک کیوں تلخ ہے اور شکر کیوں شیریں ہے۔اسی کو 'سرّ الہیٰ' کہتے ہیں۔

۳۔ اسماء کی 'معرفت':۔

اسماء کی تاثیرات اور انکے اسرار کے علم کو 'معرفت' کہتے ہیں، مثلاً اسم رزاق کے معنی رزق پہنچانے والا ہے۔اب اللہ تعالیٰ کس طرح رزق پہنچاتا ہے۔جب اسکی حقیقت منکشف ہوتی ہے تو اسکو اسم رزاق کی 'معرفت' کہتے ہیں۔اسی طرح سب اسماء کا حال ہے۔

جب اسماء کی تاثیرات اور ان کے اسرار پر عبور ہوتا ہے تو اسی کو عرفان کہتے ہیں۔

۴۔ اسماء کا 'فیضان' اور انکی 'تجلیات':۔

کسی اسم کا 'فیضان' اس کے 'انوار' اور 'روشنی' ایک ہی چیز ہے۔

کسی اسم کے اسرار جب ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اسم رزاق کے وسیلہ سے جب رزق پہنچتا ہے تو کس طرح پہنچتا ہے۔ جب یہ راز منکشف ہوتا ہے تو 'انوار' کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ 'انوار' اپنی منزل مقصود پر پہنچتے ہیں تو ان کو تاثیرات کہتے ہیں۔ مثلاً آگ جب جل رہی ہے تو انوار کا ظہور ہو رہا ہے اور آگ جب کسی چیز کو جلا رہی ہے تو اس کی تاثیر کا ظہور ہو رہا ہے۔

جب اسماء کے انوار نازل ہوتے ہیں تو اس نزول کو اسم کی 'تجلی' کہتے ہیں۔ تجلی کے معنی چمک۔ تجلی بجلی کے مانند چمک کو کہتے ہیں۔ اس چمک میں جو روشنی نظر آتی ہے اسکو 'نور' کہتے ہیں۔

۵۔ اسماء کا 'مشاہدہ':-

اسماء کے خواص، تاثیرات اور اسرار کا تعلق مکاشفہ سے ہے۔ یعنی چشم باطن سے نظر آنا یا حس باطن سے محسوس ہونا ہے۔ اسماء کے اسرار باطنی طور پر ہر حس سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ چشم باطن کے علاوہ گوش باطن۔ لطائف شامہ اور دیگر محسوسات باطنی میں بھی اسماء کی تاثیرات اور ان کے اسرار کا انکشاف ہوتا ہے۔

۶۔ اسماء کی 'ترتیب':-

اسماء کی تجلیات بالترتیب ہوتی ہیں۔

جس طرح بلور میں روشنی کے رنگوں کی ایک ہی ترتیب ہوتی ہے جو تبدیل نہیں ہوسکتی اسی طرح اسماء کی تجلیات کی بھی ایک مخصوص ترتیب ہے جس میں تبدیلی ممکن نہیں،

جب اسماء حسنیٰ کی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسم اللہ متجلی ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسم اللہ کی روشنی میں اسم رحمٰن متجلی ہوتا ہے۔ پھر اسم رحمٰن کی روشنی میں اسم 'رحیم' متجلی ہوتا ہے۔ اس طرح ایک اسم کی روشنی میں دوسرا اسم متجلی ہوتا ہے۔ سب سے آخر میں اسم 'قیوم' کی تجلی ہوتی ہے۔

اسماء اپنی جگہ مکمل ہیں لیکن فہم انسانی تشنہ اور نامکمل ہے۔ جب تک حروف کی ترتیب سمجھ میں نہ آئے لفظ نہیں بن سکتا۔ 'ا' اور 'ب' سے مل کر 'اب' بنتا ہے۔ 'ا' اور 'ب' کو پہچانے بغیر لفظ 'اب' کوئی نہیں بنا سکتا۔ پس جب تک اسم اللہ متجلی نہ ہو اسم 'رحمٰن' کی تجلی فہم انسانی میں نہیں آسکتی۔ دراصل اسم اللہ کی تجلی بھی مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ اور اسماء کی تجلیات ظاہر نہ ہولیں۔

جب تجلیات اسماء ہوچکتی ہیں تب صفات باری تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی ظہور کو 'انشراح' کہتے ہیں۔

یہ انشراح کے اصطلاحی معنی ہیں ورنہ کسی علم یا کسی فن کے کسی مسلہ کا حل ہونا بھی 'انشراح' ہیں۔ مثلاً نبض کا کوئی راز کسی طبیب پر منکشف ہوا سکو بھی 'انشراح' کہتے ہیں۔

اسماء کو بے ترتیب پڑھنے کا اثر خلل دماغ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے 'نسبت' اور 'اجازت' ضروری ہے۔ صاحب نسبت وہی شخص ہوسکتا ہے جو ترتیب اسماء سے واقف ہو۔ جو ترتیب اسماء سے ناواقف ہو وہ جاہل محض ہے۔

اسماء حسنیٰ کے معنی حقیقی ومجازی:۔

اسماء حسنیٰ کے لغوی معنی کرنا غلط ہے۔ انکے معنی اور مطالب لغات کے محدود دائرہ سے باہر ہیں۔ ان کے صحیح معنی اسی وقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب وہ متجلی ہوں۔ بغیر تجلی کے کسی اسم کے صحیح معنی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے محقق اہل اللہ نے اسماء حسنیٰ کے لغوی معنی کرنے کی ممانعت کی ہے۔ جس قدر بھی اسماء حسنیٰ ہیں ان کا معنوی اطلاق مخلوقات پر کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا۔ بعض علماء نے معنی کی مجازی تفریق جو کی ہے وہ محض ایک علمی کاوش ہے ورنہ در حقیقت اسماء حسنیٰ باری تعالیٰ کے معنی کو صحیح طور پر سمجھنا بغیر تجلی کے ممکن نہیں۔ مجازی معنی کا صرف اس قدر فائدہ ہے کہ ذہن اس صفت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور بس۔ حالانکہ ہر اسم جامع جمیع صفات ہے کسی اسم پر بھی ایک ہی صفت کا اطلاق نامناسب ہے۔

اسماءِ صفاتی بیشمار ہیں۔ انسان پر جو اسماء متجلی ہوتے ہیں وہ وہی ہیں جن کو باری تعالیٰ نے اسماءِ حسنیٰ فرمایا ہے۔ اسماءِ اوصافی اور اسماءِ اضافی سب انہی اسماءِ حسنیٰ کے ذیل میں ہیں۔

کشکول قلندری صفحہ ۳۵-۳۶

نکتہ :-

سب اسماءِ حسنیٰ کو ایک ساتھ پڑھنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ اگر کوئی شخص صرف اسماءِ قدوسی ہی پڑھتا رہے تو وہ علائق دنیاوی سے قطعاً متنفر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اسماءِ جلالی ہی پڑھتا رہے تو اس میں غضب اور قہر اور جلال کی بے پناہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اسماءِ جمالی ہی پڑھتا رہے تو اس کی بردباری اس درجہ ہوتی ہے کہ اس کو پھر کسی تکلیف کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ رحم و مروت حدودِ شرعی سے تجاوز کر جاتے ہیں اس لئے تسبیحات اسماء میں سے اگر کوئی شخص اپنے اسمِ اعظم کی مناسبت سے ایک ہی تسبیح پر قائم ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بقیہ تسبیحات کو بھی پڑھتا رہے۔

تسبیحات مخلوقات:-

دنیا میں جس قدر بھی مخلوقات ہیں وہ سب اسماء حسنیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ ہر مخلوق [۱] کی تسبیح جداگانہ ہے جو کسی ایک خاص اسم سے متعلق ہے۔
اہل اللہ کے مکاشفات میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ [۲]

تسبیح اعظم الاذکار:-

حدیث شریف سے ثابت ہے۔ تسبیحات اسماء فجر و عصر قرآنی تسبیحات ہیں۔
ملائکہ عنصریون کی تسبیح آدمی سنتا ہے۔ دیگر ملائکہ کی تسبیحات مسموع نہیں ہوتیں۔ جو لوگ عالمِ جبروت تک پرواز کرتے ہیں وہ ملائکہ عالین کی تسبیح سنتے ہیں۔ رجال الغیب کی تسبیح بھی سنی جاتی ہے۔ ملائکہ مقربین اور ملائکہ عرش بردار کی تسبیحات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سنتے ہیں۔

---

[۱] ہر مخلوق کی تسبیح فی جنسہٖ ایک ہے منفرد نہیں۔ جبکہ انسان میں ہر فرد واحد کا اعظم الاسماء اور اس کی تسبیح مخصوص و منفرد ہے۔ اسم اعظم کے حصول کا ذریعہ یا ریاضیات والہام یا مرشد برحق کا عطیہ (م۔ا۔ع)

[۲] حضرت قبلہ کچھ عرصہ تک شیر (اسد) کی تسبیح کے مشتاق رہے۔ ایک گھنے جنگل میں چلہ کشی کے دوران قریب کے ایک ٹیلہ پر ایک شیر سے تسبیح 'الواحد القہار' ۳ بار سماعت فرمائی۔ (م۔ا۔ع)

ایک لفظ کو تو ممکن ہے کہ انسان غلط سمجھے جیسے جملہ مخلوقات کی تسبیحات ہیں۔

لیکن ملائکہ کی مسلسل تسبیحات صاف سنائی دیتی ہیں۔ ان میں غلطی کا امکان نہیں۔ ملائکہ بڑی خوش الحانی سے لسانی طور پر تسبیحات پڑھتے ہیں۔ ایک عالم طاری ہو جاتا ہے لیکن انکو سننے کا شرف کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ہمیشہ نہیں۔

ملائکہ کی آواز گونج دار ہوتی ہے جس کو صدائے گنبد یا آوازِ بازگشت سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ لب ولہجہ نہایت درجہ مہیب مگر ساتھ ہی بیحد دلکش بھی ہوتا ہے۔

جب تسبیحات ملائکہ مسموع ہوتی ہیں تو قلب پر ایک رعب کے ساتھ عجیب قسم کی انبساطی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

قلندرانِ قہری جب تسبیح اعظم الاذکار جنگلوں میں اور پہاڑوں پر پڑھتے ہیں تو پہاڑ لرزنے لگتے ہیں۔ وحوش وطیور انکے گرد جمع ہو کر اظہار عجز و نیاز کرتے ہیں۔

تسبیح اعظم الاذکار پڑھنے کا صحیح لطف پہاڑوں پر ہی حاصل ہوتا ہے۔ جنگلوں اور دریاؤں میں بھی کیفیات محسوس ہوتی ہیں۔ گھروں میں اور آبادیوں میں رہ کر تسبیح اعظم الاذکار کا پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے گراموفون کا ریکارڈ بج رہا ہو۔ بہر کیف نہ پڑھنے سے پڑھنا بہتر ہے۔

ملائکہ کی تسبیحات بحالت مراقبہ سننے میں آتی ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ غیبی مسموعات کبھی ظاہری کانوں سے سنی جاتی ہیں کبھی گوش باطن سے۔

زبانِ حال کے مظہرات صرف قوت مدرکہ سے مسموع ہوتے ہیں۔ قوت مدرکہ کی سماعت محض ایک ذہنی احساس ہے۔ مثلاً ایک سائل سامنے آکر صورتِ سوال بنا کر کھڑا ہو جائے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو ہماری قوتِ درّاکہ محسوس کرتی ہے کہ یہ سائل ہے۔ گویا اس نے زبانِ حال سے اپنے سوال کا اظہار کیا اور ہماری قوت مدرکہ نے ذہنی طور سے محسوس کیا۔ حضرت بایزید بُسطامیؒ کا ایک واقعہ ہے۔ آپ گلی میں سے گزرے۔ راستہ تنگ تھا۔ اُدھر سے ایک کتا آ رہا تھا۔ آپ نے اپنا دامن سمیٹا کہ کتے سے نہ چھو جائے۔ کتے نے قریب سے گزر کر حضرت کی طرف مڑ کر دیکھا اور اس نے زبانِ حال سے کچھ کہا اور حضرت نے اپنی قوتِ مدرکہ سے اسکو محسوس کیا اور کتے کو فوراً پکڑ کر سینہ سے لگایا اور کہا 'تیرا خالق اور میرا خالق ایک ہی ہے'۔ کتے نے زبانِ حال سے کیا کہا تھا جس کو حضرت نے محسوس فرمایا؟ 'کیا تمہارا خالق کوئی اور ہے اور میرا خالق کوئی اور ہے جو تم مجھ سے ایسا احتراز کرتے ہو'؟

اسی طرح بعض بے جان چیزوں کی مسموعات بھی ہوتی ہیں۔

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور پرنورؐ نے سنگ ریزوں کی تسبیحات سنیں۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ چیزیں جنکو ہم بے جان سمجھتے ہیں وہ بھی اپنے خالق کی تسبیحات زبانِ حال سے ادا کرتی ہیں جن کی سماعت حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتی ہے۔ ممکن ہے اہل اللہ کو بھی ہوتی ہو لیکن اسکا تذکرہ کہیں سننے میں نہیں آیا۔ لے

جن اشیاء میں قوت نمو ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جمادات جن کو ہم بظاہر مردہ سمجھتے ہیں اگر ان میں بڑھوتری پائی جائے تو یہ زندہ ہیں۔ پہاڑوں کی چٹانیں اکثر بڑھتی رہتی ہیں۔ جماداتی زرات یا سنگ ریزے بھی جب تک اپنی اصلی حالت میں ہوں بڑھتے رہتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں شکستہ ہو جائیں تو مردہ ہو جاتی ہیں۔ پہاڑ کی چٹان جب تک اپنی اصلی حالت میں ہو برابر بڑھتی ہے۔ اگر چٹان کاٹی جائے تو اس کے کٹے ہوئے حصے بے جان ہو جاتے ہیں۔ یہی حال نباتات کا بھی ہے۔ جب تک ان میں قوت نمو

لے آستانہ (بھون) میں متعدد بار قیام کے دوران یہ دیکھا کہ ہر روز علی الصبح سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک ڈھیر حضرت قبلہ کے سامنے رکھا ہوتا تھا۔ چند پھول قمیض کے بٹنوں سے منسلک فرما لیتے تھے۔ دوپہر کے بعد سب پھول ہٹا دیے جاتے۔ ایک مرتبہ جملہ اشیاء کی تسبیحات کے دوران اپنے بٹنوں میں لگے ہوئے پھولوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت تک ان کی تسبیح سنائی دیتی ہیں انہیں اپنے پاس رکھتا ہوں اور جب بند ہو جاتی ہیں انہیں ہٹا دیتا ہوں۔ (م۔ا۔ع)

ہے وہ زندہ ہیں۔ درخت کی ایک لکڑی جب کاٹ دی جائے اور وہ خشک ہوجائے تو مردہ ہے۔ پس ہر وہ چیز جو اپنی اصلی قدرتی حالت میں ہے زندہ ہے گو بظاہر ہم کو مردہ معلوم ہوتی ہے۔

پس کائنات کی ہر وہ مخلوق جو اپنی حالت پر قائم رہے۔ خواہ از قسم جمادات ہو یا نباتات بقیدِ حیات ہے اور اپنے خالق کی تسبیح پڑھتی ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ [1]

زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

جس ترتیب سے انسان تسبیحات اسماء پڑھتے ہیں اسی ترتیب سے مومن اجنہ بھی پڑھتے ہیں۔ وہ صرف اسماء تسبیحی ہی پڑھتے ہیں۔

اسماء کو تسبیح تحمید اور تہلیل کے ساتھ پڑھنا طریق قلندری ہے۔

تسبیحات اسماء دیگر طریقوں میں نہ مسلسل ہیں نہ مکمل۔ یہ صرف قلندری تعلیمات کی خصوصی چیزیں ہیں۔ اور طریقوں میں ایک یا دو یا چند تسبیحات شاملِ ورد ہیں۔ یہ شرف صرف طریقہ قلندری کو ہی حاصل ہے کہ جملہ اسماء ربانی کی تسبیحات پڑھی جاتی ہیں۔

---

[1] الحشر ۱۔

ان تسبیحات میں اسماء حسنیٰ کے علاوہ اسماء توصیفی بھی شامل ہیں۔

(اسماء توصیفی سکول صہ ۳۵)

تسبیحات اسماء:-

وہ اسماء حسنیٰ جنکی تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اسماء اعلیٰ اور اسماء تسبیحی کہلاتے ہیں۔ تسبیح تحمید اور تہلیل کے ساتھ دو اسم ملا کر پڑھے جاتے ہیں۔

تسبیح:- سُبُحَانَ اللّٰہِ

تحمید:- اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ

تہلیل:- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تسبیحات اسماء حسنیٰ قلندری تعلیمات کی پانچ کنجیوں میں سے ہیں۔ قلندری تسبیحات کل ستر (۷۰) ہیں۔ (۳۵) تسبیحات فجر اور (۳۵) تسبیحات عصر۔ ان تسبیحات میں اسماء کا امتزاج اور تسبیحات کا تسلسل صرف قرآنی ہے۔ جس ترتیب سے اسماء ممزوج ہیں وہ بجنسہٖ وہی ہے جو قرآن میں موجود ہے۔ اسی طرح تسبیحات کی ترتیب بھی قرآنی ہے۔

مگر تسبیحات عصر میں بعض اسماء کی ترتیب محض الہامی ہے جو بعض قلندرانِ عالیٰ مقام کو دوران تسبیح القاء ہوئی۔

اسماء دو طرح پڑھے جاتے ہیں۔ بطور تسبیح اور بطور دعاء۔

(ا) اسماء بطور تسبیح یعنی بطور ذکر پڑھنے کی برکات تصفیہء قلب۔ انجلائے روح۔ اطمینان قلب اور سکون خاطر کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ انکے معنوی اثرات ماحول پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ اثرات ذی روح اور غیر ذی روح سب پر ظاہر ہوتے ہیں۔

(ب) اسماء دعائی کی برکات حاجت براری اور قبولیت دعا کی صورت میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یہ حاجات خواہ اپنی ذات سے تعلق رکھیں یا گردوپیش سے۔

جو اسماء بطور دعاء پڑھے جاتے ہیں انکی معنوی تاثیرات صرف اپنی ذات خاص پر ہی اثر انداز ہوتی ہیں بصورت تجلی یا بہ شکل انکشاف۔

جب مفرد اسم بطور دعاء کے پڑھا جاتا ہے اگر وہ اسم اعظم ہے تو اس کے اثرات اپنی ذات تک ہی محدود رہیں گے اور اگر وہ اسم اعظم نہیں ہے بلکہ کوئی اور منتخب شدہ اسم ہے تو اس کی تاثیر معنوی مناسبت سے ظاہر ہوگی۔ اس معنوی تاثیر کا اظہار اپنے ارادہ

سے تعلق رکھتا ہے۔ کسی اسم کو بغیر کسی ارادہ اور غرض کے پڑھنے سے اس کی ہمہ گیر تاثیرات ظاہر ہوں گی۔ کیونکہ ہر اسم جامع جمیع صفات ہے۔

اسم اعظم ہمیشہ مفرد ہی پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ جب دو اسماء بطور دعا پڑھے جاتے ہیں تو ایک کی تاثیر بدرجہ اتم اور دوسرے کی تاثیر ذیلی ہوتی ہے۔ یا پہلے اسم کی تاثیر ذیلی اور دوسرے کی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ اسی طرح تسبیحات میں بھی ہوتا ہے یہ دونوں تاثیریں مل کر ایک مکمل تاثیر بن جاتی ہے جو خواہ رفع حاجت کی صورت میں یا تجلیات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

اعظم الاسماء:-

ہر شخص کی مناسبت کسی ایک اسمِ خاص سے ہوتی ہے۔ یہ اسم اس شخص کے لئے اسم اعظم ہوتا ہے۔

شخص سے مراد روح ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں اسم اعظم سے مناسبت رکھتا ہے تو اس سے مراد اس کا جسم خاکی نہیں ہوتا۔

کسی شخص یعنی کسی روح کا کسی اسم خاص سے مناسبت رکھنا اس حقیقت پر مبنی ہے کہ جب روز ازل تخلیق ارواح وجود میں آئی تو سب ارواح بحضور رب العالمین تین صفوں

پر منقسم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارواح سے جواب طلب فرمایا 'اَلَسْتُ

بِرَبِّکُمْ' ۱؎ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) سب نے جواب دیا 'بَلٰی' ۲؎

(بیشک تو ہمارا رب ہے) اس جواب کے بعد اسماء ربانی کی تجلیات پر تو افگن ہوئیں۔

چونکہ ارواح تین صفوں میں تھیں اس لئے اسماء کی تجلی مختلف حالتوں میں متجلی ہوئیں۔

اسماء کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ قدوسی ۲۔ جلالی ۳۔ جمالی

ایک صف پر قدوسی اسماء متجلی ہوئے۔ دوسری صف پر جلالی اسماء۔ تیسری صف پر جمالی اسماء۔ قیامت تک جتنی بھی ارواح ظہور میں آئیں گی۔ انہی تین قسموں سے کسی ایک قسم کے ماتحت ہوں گی۔

چونکہ ارواح بلحاظ قوت اور بلحاظ مرتبہ مختلف ہیں اس لئے جو روح جس صف سے تعلق رکھتی ہے اس صف پر متجلی ہونے والے اسماء میں سے کسی ایک اسم کی تجلی اسکی قوت اور مرتبہ کے مطابق ہوتی ہے۔ یہی اس کے لئے اعظم الاسماء ہے۔

چونکہ اعظم الاسماء وہ اسم خاص ہے جس سے کسی شخص کو مناسبت ہوتی ہے اس لئے اس شخص کے لئے اس اسمِ خاص سے استفادہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگرچہ استفادہ

۱؎ الاعراف ۱۷۲۔ ۲؎ الاعراف ۱۷۲۔

دوسرے اسماء سے بھی ممکن ہے کیونکہ ہر اسم جامع جمیع صفات ہے لیکن وہ خصوصی تاثیرات جو مناسبت کی وجہ سے ہوتے ہیں ان سے انسان محروم رہتا ہے۔

اسماء قدوسی وہ ہیں جن کا اطلاق کسی مخلوق پر نہیں ہو سکتا جیسے اسماء 'قدوس' 'رحمٰن'۔ 'رحیم'۔ 'وہاب'۔

یہ ضروری نہیں کہ انشراح صدر کی حالت میں صرف اعظم الاسماء کی ہی تجلی ظاہر ہو۔ انشراح صدر کی حالت میں اعظم الاسماء سے مختلف اسم متجلی ہو سکتا ہے۔

ہر انسان کا مقام قرب جداگانہ ہے اور یہ مقام قرب اس شخص کے اسمِ اعظم کی مناسبت سے ہوتا ہے۔

اسماء کے رنگ

اسماء کا ظہور مختلف روشنیوں اور رنگوں میں ہوتا ہے۔ روشنی پر جس قسم کی قندیل ہو گی اسی قسم کا رنگ ظاہر ہو گا۔ یہاں قندیل سے مراد ہمارے جذبات اور کیفیات ہیں۔ ہر شخص کے جذبات اور کیفیات مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک اسم اللہ کا ورد کر رہا ہے اور اس کے جذبات میں صرف رضائے الٰہی مضمر ہے اور وہ گناہ کبیرہ سے پاک ہے اسکو

روشنی سنہری رنگ میں نظر آئے گی۔ سنہرہ رنگ سب رنگوں سے زیادہ مرغوب طبع ہے۔ اگر اسم اللہ کے ذکر میں جذبات مختلفہ ذہن میں مضمر ہیں تو اس کی مناسبت سے روشنی رنگ اختیار کرے گی۔ مثلاً علوم غیبیہ کی طرف میلان طبع ہے تو روشنی سفید رنگ میں نظر آئے گی۔ علیٰ ہٰذا القیاس روشنیوں کا مختلف رنگ اختیار کرنا طالب کے جذبات اور کیفیات سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو اسم اللہ یا کسی دوسرے اسم کی تکرار میں ایک ہی رنگ نظر آئے۔ ہوسکتا ہے ایک شخص کو اسم اللہ کی تجلی سنہرے رنگ میں ہو دوسرے کو سیاہ رنگ میں ہو۔

اسی طرح متعدد اسماء ایک ہی رنگ میں متجلی ہوسکتے ہیں اگر طالب کے ورد میں ایک ہی جذبہ کارفرما ہے۔ مثلاً کسی طالب کا صرف ایک ہی جذبہ ہے اور وہ ہے رضائے الٰہی تو اسکو ہر اسم کی تجلی سنہرے رنگ میں ہوگی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ طالب کی طلب میں دو یا متعدد جذباتی کیفیات مضمر ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں معروف رنگوں سے جداگانہ ذیلی رنگ ظاہر ہوتے ہیں جو مختلف رنگوں سے مشترک ہوتے ہیں۔

اسماء کی روشنی اور رنگ کا تعلق طالب کے جذبات سے ہے نہ کہ اسماء کے خواص اور تاثیرات سے۔ اسماء کے خواص کے جو رنگ مقرر کئے گئے ہیں وہ اہل فن عملیات کے

خودساختہ ہیں۔

تجلی کے معنی چمک ہیں۔ بجلی کی چمک کو تجلی کہتے ہیں اس چمک میں جو روشنی نظر آتی ہے اس کو نور کہتے ہیں۔

ہر اسم کی روشنی (نور) علیحدہ ہوتی ہے۔ اور رنگ بھی جداگانہ ہوتے ہیں۔ اسماء مختلف رنگوں میں اس مناسبت سے نظر آتے ہیں جو قندیل روشنی پر چڑھا ہوتا ہے۔

آیت نور:۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَلْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ

کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ [1]

(چراغ قندیل میں ہے)

روشنی پر جس قسم کی قندیل چڑھی ہوگی اسی قسم کا رنگ ظاہر ہوگا۔ یہاں قندیل سے مراد ہمارے جذبات اور کیفیات ہیں۔

---

[1] النور ۳۵۔

اقسام تسابیح

تسبیحات کی چار اقسام ہیں۔

۱۔ تسبیحات الوہی ۲۔ تسبیحات ربوبی

۳۔ تسبیحات جبروتی ۴۔ تسبیحات قدوسی

تسبیحات الوہی میں تسبیحات اسماء ہیں جو فجر اور عصر میں پڑھی جاتی ہیں۔

تسبیحات ربوبی میں وہ تسبیحات ہیں جو نماز کے دوران رکوع اور سجود میں پڑھی جاتی ہیں۔

تسبیحات جبروتی وہ ہیں جو ملائکہ پڑھتے ہیں یعنی اعظم الاذکار تسبیحات قدوسی میں تسبیح اعظم ہے یہ انبیاء علیہم الصلوۃ السلام کے لئے اور ان کے متبعین کے لئے ہے۔ دعائے جلیلہ اور تسبیح سحر گاہی بھی تسبیحات قدوسی کی ذیل میں ہیں۔

قلندری تعلیمات کی روح رواں تسبیحات ہی ہیں

اسماء تسبیحی کی تلاوت سے تجلیات ظاہر ہوتی ہیں۔

اسماء دعائی کی تلاوت سے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔

انوار مسلسل۔ پیہم۔ اور قائم ہوتے ہیں۔ انوار رنگین بھی ہوتے ہیں اور طرح طرح کی روشنیاں نمودار ہوتی ہیں۔

تجلیات چشم زدن میں ظاہر ہوتی ہیں جس طرح بجلی کوندتی ہے،

تجلیات کے قیام کا کوئی شخص متحمل نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے وہ چشم زدن میں ظاہر ہوتی ہیں اگر تجلی قائم ہوجائے تو کوئی شخص اس کا متحمل نہیں ہوگا بلکہ دیوانہ ہوجائے گا۔

تجلیات شروع میں وقفہ کے بعد پھر دمادم کوندتی ہیں۔ اسی وقت انسان پر خوف طاری ہوجاتا ہے۔

کبھی تجلیات میں سے آواز بھی آتی ہے۔

جب اسم اللہ متجلی ہوتا ہے تو اسکی تجلی اجمالی ہوتی ہے۔ ہر اسم کی تجلی اپنی جگہ پر اجمالی ہے۔ جب ترتیب کے ساتھ اسماء متجلی ہوتے ہیں تو ایک اسم دوسرے اسم کی اجمال کی تفصیل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک تاریک حجرہ میں ایک روشندان کھلا تو معلوم ہوا کہ کمرہ میں اجالا ہے۔ سوائے اجالے کے کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ دوسرا روشندان کھلا تو معلوم ہوا کہ حجرہ میں کچھ اشیاء بھی ہیں۔ تیسرا روشندان کھلا تو ظاہر ہوا کہ وہ اشیاء کی تفصیل کیا ہیں۔ اس طرح ہر روشندان کھلنے سے پہلے روشندان کی روشنی کی تفصیل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اسماء مبارک یکے بعد دیگرے متجلی ہوتے ہیں اور ہر دوسرا اسم پہلے اسم کی تفصیل ہوتا ہے۔ بجائے خود ہر اسم مجمل ہے۔ جب تک دوسرا اسم متجلی نہ ہو پہلے اسم

کی تفصیل نہیں ہوتی۔

اسماء کی تجلی طالب کے ظرف وحوصلہ کے مطابق ہوتی ہے۔ کسی پر ایک اسم متجلی ہوتا ہے کسی پر چند اور شاذ پر سب اسماء متجلی ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے اسم اللہ متجلی ہوتا ہے۔ اس کے بغیر اسم رحمٰن متجلی نہیں ہوسکتا۔ یہ اور بات کہ کسی خاص اسم کے بعد کے اسماء متجلی نہ ہوں لیکن کوئی اسم اس وقت تک متجلی نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اسماء کی ترتیب کے مطابق اس کے پیشتر کے اسماء متجلی نہ ہوچکیں۔

ایک شخص پر کسی خاص اسم کے متجلی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس پر اسماء باری تعالیٰ اس اسم خاص تک بالترتیب متجلی ہوئے۔ گو بقایا اسماء کی تجلیات کا ظہور نہیں ہوا۔

جن لوگوں کو انشراح صدر ہوتا ہے۔ ان پر پہلے اسماء حسنٰی بالترتیب متجلی ہیں۔ جن لوگوں پر تسبیحات اسماء کی تجلی ہوتی ہے۔ یہ تجلیات ان تجلیات اسمائی سے مختلف ہیں۔

ان امور کا تعلق چونکہ صرف مشاہدہ سے ہے اس لئے کسی تمثیل سے انکو سمجھایا نہیں جاسکتا۔

بعض اہل حال پر تجلیاتِ اسماء کے بعد تسبیحاتِ اسماء کی تجلی ہوتی ہے بعض اہل حال پر تجلیاتِ اسماء کے بغیر تسبیحات اسماء کی تجلی ہوتی ہے۔

ہر اہل حال پر سب ہی اسماء یا سب ہی تسبیحات متجلی ہوں اس کا انحصار فضلِ الٰہی اور حوصلہ و ظرف پر ہے۔

بعض لوگوں پر اسماء حسنیٰ کے علاوہ اسماء اضافی یا اسماء توصیفی بھی بقدر استعداد متجلی ہوتے ہیں۔

تجلیات کو کسی مثال سے نہیں سمجھایا جا سکتا۔

بعض تجلیات کا تعلق محض ادراک سے ہے بعض کا تعلق محض مشاہدہ سے ہے۔

ادراک کے ذرائع ہیں محسوسات۔ مسموعات۔ مبصرات۔ بعض ادراک آنکھ کے ذریعہ سے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ [1] (آنکھیں کنہ ذات باری تعالیٰ تک رسائی نہیں پا سکتیں) جیسے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سوال پر جواباً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ نُورٌ عَلٰى نُورٍ [2] ہے۔ اسے نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ یہاں دیکھنے سے ادراک مراد ہے اسی طرح سب پر قیاس کرنا چاہیئے۔

---

1 الانعام ۱۰۳۔ 2 النور ۳۵۔

مشاہدات کے ذرائع بھی وہی ہیں۔ مگر مدرکات اور مشاہدات میں کچھ فرق ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ تفریق اس قدر لطیف ہے کہ الفاظ ومعنی اس کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک شخص کو کبھی کسی قسم کے درد کی شکایت نہ ہوئی ہو۔ اس کے سامنے دوسرا شخص جو درد میں مبتلا ہو اپنی حالت کو لفظوں میں کسی طرح نہیں سمجھا سکتا۔ تاوقتیکہ اس پہلے شخص کو بھی درد پیدا نہ ہو۔ جس نے ساری عمر کوئی تجلی یا کوئی جلوہ نہ دیکھا ہو وہ کیسے اس موضوع کو سمجھ سکتا ہے۔ الفاظ جہاں تک متحمل ہوسکتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے۔

تجلیات بہ اعتبار مرتبہ چار قسم کی ہیں۔

۱۔ تجلی اعظم۔ یہ تجلی تسبیح اعظم سے متعلق ہے (جو قلندرانِ دہری پر متجلی ہوتی ہے)

۲۔ تجلی قرب۔ یہ تجلی تسبیحات رکوع و سجود سے متعلق ہے۔ (ان پر متجلی ہوتی ہے جو

هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ [1] کے زمرہ میں ہیں)

---

[1] المعارج ۲۳۔

۳۔ تجلی اسمائی۔ یہ تجلیات تسبیحاتِ اسماء سے متعلق ہیں (جو قلندرانِ قہری پر متجلی ہوتی ہیں)

۴۔ تجلی نوری۔ یہ تجلیات تسبیح اعظم الاذکار سے متعلق ہیں (جو قلندرانِ مہری پر متجلی ہوتی ہیں)

تجلی نوری کو تجلیات ملکوتی و جبروتی بھی کہتے ہیں (تجلی قرب ہر قسم کے قلندر اور غیر قلندر پر بھی متجلی ہو سکتی ہے)

یہ تقسیمیں مرتبہ کے اعتبار سے ہیں۔ باری تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سب تجلیات سے مشرف فرماتے ہیں۔ جس کو چاہتے ہیں کسی ایک تجلی یا چند تجلیات سے شرف اندوزی بخشتے ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ [1]

انسان خلاصہ کائنات ہے یعنی ملکوتی اوصاف۔ شیطانی صفات۔ حیوانی اور بہیمانہ جذبات کا مجموعہ ہے۔ جملہ مخلوقات میں فرداً فرداً جو قوی ودیعت ہوئے ہیں وہ سب انسان میں مجموعی طور پر موجود ہیں۔ یہ چیزیں ریاضات اور مجاہدات سے ابھرتی ہیں۔

---

[1] المائدہ ۵۴۔

ریاضات مختلف اقسام کی ہیں۔اپنی قسم کی مناسبت سے اثر انداز ہوتی ہے۔ جب تک روح میں انجلائی کیفیت پیدا نہ ہو۔ ریاضات کا صحیح نتیجہ منکشف نہیں ہوتا۔مجاہدات اور ریاضات کی جملہ اقسام میں انجلائے روح کے لئے سب سے زیادہ موثر اور مقوی باطن تین چیزیں ہیں۔

روزہ------------شب بیداری------------تسبیح سحر گاہی

تسبیح سحر گاہی یہ ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ۝

ترجمہ:اے معبود تیری ذات پاک ہے اور حمد بھی تیرے لئے ہی زیبا ہے۔
تیری ذات کے سوا کوئی معبود نہیں اپنے تمام معاصی سے استغفار کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں)

اس تسبیح سحر گاہی کے پڑھنے کا وقت بعد نماز تہجد ہے۔ اسکے پڑھنے کی مقدار فجر کی پہلی اذان تک ہے۔ابتداءً اس تسبیح سحر گاہی کو زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اگر تنہا اور خاموش مقام ہوتو قدرے آواز سے پڑھنا چاہیئے بصورت دیگر آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

اس کے پڑھتے وقت معانی پر دھیان رکھنا اشد ضروری ہے۔ جب معانی اس طرح ذہن نشین ہو جائیں کہ ان کے مطالب کا مشاہدہ ہونے لگے اس وقت پھر زبان بند کر کے دل ہی دل میں اس تسبیح سحر گاہی کو پڑھتے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے انجلائے روح میں ترقی ہونے لگتی ہے۔

جب روح پوری طرح مجلّا ہو جاتی ہے تو انسان کو اپنے قوئ باطنی کا شعور ہونے لگتا ہے۔ اب اس شعور کے بعد جس قوت باطنی کو ابھارنا مقصود ہو اس کی مناسبت سے مقرر طریقوں اور قائدوں کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔

یہ قواعد وضوابط جداگانہ طریقوں میں منقسم ہیں اور قواعد ضوابط کے پیروکار روحانئین کہلاتے ہیں، قدیم روحانئین نے اپنے تجربات کی بناہ پر غیبی الہامات کے ماتحت جو طریقے وضع کئے تھے وہ مسلم روحانئین نے ترک کر دیئے کیونکہ وہ سب رہبانیت کی ذیل میں آتے ہیں۔ اسلام نے رہبانیت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ مومنین صالحین اپنے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کے ساتھ جب تسبیحات اسماء کا ورد کرتے ہیں تو انجلائے روح کے بعد ان سب قوئ باطنی پر جن کا اوپر تذکرہ ہوا قابو حاصل کرتے ہیں۔

تسبیح سحر گاہی کے معانی ذہن نشین ہو کر جب مطالب کا مشاہدہ ہوتا ہے تو جملہ غلطیوں۔

بداعمالیوں اور گمراہیوں کا پورا منظر بیک آن مشہود ہوتا ہے اور جو اس کے نتائج قدرتی ہوتے ہیں۔ وہ بھی مشہود ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے کردار کا صحیح احساس ہو کر انفعال کامل یعنی انتہائی ندامت اور عجز و انکسار ظہور میں آتے ہیں۔ یہیں سے روح میں انجلائی کیفیت شروع ہوتی ہے۔ اس کو بظاہر کسی مثال سے نہیں سمجھایا جا سکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک اندھیرے کمرے میں یکا یک روشنی ہو جائے تو کمرہ کا سارا ماحول نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ یہ مثال ناقص ہے مگر سمجھنے کے لئے کسی قدر رہنمائی ہو سکتی ہے بس اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ جب انفعال اور ندامت کے ساتھ عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے تو روح کے سامنے سے ظلمانی پردہ ہٹ جاتا ہے اور روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اسی روشنی میں علیٰ قدر ظرف وحوصلہ قویٰ باطنی کا شعور ہوتا ہے۔

صوفیاءِ متوسطین و متاخرین نے روحانیین قدیم کے قواعد وضوابط اخذ کر کے شامل تصوف کر لئے ہیں۔ مگر قلندرانِ باصفا نے ان طریقوں سے احتراز کیا ہے جب کہ کتاب وسنت میں اس مقصد عظمیٰ کے لئے ارشادات وہدایت موجود ہیں تو پھر کسی غیر اسلامی طریقہ کی پیروی کرنا عبث ہے۔

انجلائے روح کے بعد جب تسبیحات اسماء متجلی ہوتی ہیں تو ہر تسبیح کے ورد کے وقت

جداگانہ کیفیت قلب پر طاری ہوتی ہیں۔ یہ کیفیات قویٰ باطنی کے ظہور کا باعث ہوتی ہیں۔ اب جس باطنی قوت کو تصرف میں لانا مقصود ہوتا ہے تو اس تسبیح کو جس کی ذیل میں اس قوت کا انکشاف ہوا تھا ورد کے وقت بحضور قلب ستر ۷۰ بار تکرار کرتے ہیں حسب صلاحیت اسی قوت پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔

اللہ جل جلالہٗ

اسرار التسابیح

اسماءِ حسنیٰ کے اسرار ایک بحرِ ذخار ہیں۔ ہر طالب اپنے ذوق اور اپنے ظرف کے مطابق حصہ حاصل کرتا ہے۔

ضمیر کی آگاہی کے لئے اہم خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔

"بحرِ معافی میں غواصی کی پہلی شرط توبہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ [1]

ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو اور جو توبہ سے پاک ہو چکے ہیں ان کو پسند فرماتا ہے۔

صدقِ دلی کے ساتھ اپنی بداعمالیوں پر نادم ہو کر معافی مانگنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزمِ صمیم کرنا توبہ ہے۔ اس اہتمام کے بعد جب تسبیحاتِ فجر کی پہلی تسبیح روزآنہ ستر ۷۰ بار تکرار کی جاتی ہے تو برکاتِ توبہ کا ظہور ہوتا ہے اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

جب تسبیحاتِ فجر کی دوسری تسبیح روزآنہ ستر ۷۰ بار تکرار کی جاتی ہے تو نظر کے سامنے

---

[1] البقرہ ۲۲۲۔

سے حجابات ظلمانی اٹھنے لگتے ہیں اور تیسری تسبیح کے لئے ایک مصفٰی فضا نمودار ہوتی ہے۔

تیسری تسبیح کی تکرار سے طہارت کاملہ حاصل ہوتی ہے اور باب رحمت کشادہ ہوتا ہے۔

چوتھی تسبیح میں زندہ دلی کے ساتھ استقامت فی الدین کا جذبہ نمودار ہوتا ہے۔ جب استقامت علی الدین کا مقام حاصل ہو جاتا ہے علوم دینیہ کے بعض حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

پانچویں تسبیح میں ملاء اعلیٰ کی طرف قلبی رجحان ہو کر پیچیدہ مسائل کا حل وارد ہوتا ہے۔

چھٹی تسبیح سے گیارہویں تسبیح تک یکے بعد دیگرے پیہم واردات قلب پر آتے ہیں جن سے ذوق میں افزونی ہوتی ہے۔

بارہویں تسبیح میں قلب پر حیرت وہیبت طاری ہو کر محویت وخود فراموشی کا عالم ہوتا ہے۔

تیرہویں تسبیح سے اسرار و اخبار کا آغاز ہوتا ہے۔ ہر تسبیح بے شمار اسرار و اخبار کی کشاف ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ اکیسویں تسبیح تک جاری رہتا ہے۔

بائیسویں تسبیح کے دوران طالب خود کو ایک ایسی منزل میں دیکھتا ہے جہاں بے شمار قافلے رواں دواں مشاہدہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد چونتیسویں تسبیح تک اسرار الٰہی کے ساتھ ہر تسبیح کی برکات ظاہر ہوتی ہیں اور معانی کا نزول ہوتا ہے۔

پینتیسویں تسبیح تک پہنچ کر طالب میں استغنائے کامل پیدا ہو کر سکون خاطر کا باعث ہوتا ہے۔

جب تسبیحات عصر کے دوران تسبیحات عصر پڑھی جاتی ہے تو تاثیرات خواص کا ظہور ہوتا ہے۔

تسبیحات عصر کی پہلی تسبیح روزآنہ ستر ۷۰ بار تکرار کرنے سے قلب میں رقت وگداختگی پیدا ہوتی ہے۔اور جذبات وخیالات میں لطائف وپاکیزگی نمایاں ہوتی ہے۔

دوسری تسبیح کی تکرار سے فیضان رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

تیسری تسبیح کی تکرار سے قلب کی کدورت مٹ کر انجلائی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی تسبیح کی تکرار سے پاکبازی اور پرہیزگاری نصیب ہوتی ہے

پانچویں تسبیح عزم واستقلال کی حامل ہے۔

چھٹی تسبیح کی تکرار سے بقدر استعداد وصلاحیت علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔

ساتویں تسبیح کے دوران الہامات کا نزول ہوتا ہے۔

آٹھویں تسبیح سے ایقان کامل ہوتا ہے۔

نویں تسبیح کی تکرار سے قبولیت دعا کا شرف نصیب ہوتا ہے۔

دسویں تسبیح سے تیرویں تسبیح تک ہر تسبیح کی تکرار سے قلب منور و مجلّٰی ہوتا ہے۔
چودھویں تسبیح میں ملکوتی واردات ہوتے ہیں۔
پندرہویں تسبیح تسخیر عامہ کی حامل ہے۔
سولہویں سے انیسویں تسبیح تک ہر تسبیح کی تکرار سے مراتب قرب ربانی کی طرف ترقی ہوتی ہے۔
بیسویں تسبیح کی تکرار سے قوت تصرف و کرامت نمودار ہوتی ہے۔
اکیسویں تسبیح سے چونتیسویں تسبیح تک ہر تسبیح کی تکرار سے عجائباتِ قدرت کے مشاہدہ کے ساتھ بے پناہ قوت باطنی اور خوارق کا ظہور ہوتا ہے۔
پینتیسویں تسبیح کی تکرار سے کمالات روحانی اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔
ہر تسبیح جامع جمیع خواص ہے مگر طبائع بشری اور خواص انسانی کی مناسبت سے تاثیرات و تصرفات کا ظہور ہوتا ہے۔
جب تک اکل حلال اور صدق مقال کے ساتھ ساتھ دیگر شرائط و قواعد کی صحیح اور پوری پابندی نہ کی جائے آثار و خواص کا ظہور ہرگز نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی بے احتیاتی اور بے قاعدگی کے سبب کوئی خرابی واقع ہو جاتی ہے اور اضطراب و قلق پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی

وحشت وخفقان سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ جو لوگ شرائط کی پابندی نہ کر سکیں وہ خیر وبرکت کے لئے تسبیحات فجر وعصر صرف ایک ایک بار پڑھا کریں۔

تکرار سبعونی سے مراد ستر بار روزآنہ پڑھنا اور دعوات مقررہ سے مراد ہے بارہ لاکھ کی تعداد پوری کرنا۔

تکرار سبعونی سے اسرار الٰہی کا معنوی کشوف ہوتا ہے اور مقررہ دعوات سے اسرار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔

تسبیحات ایک بار زبان سے اور ایک بار بغیر زبان کی حرکت کے پڑھی جاتی ہیں۔ یہ طریقہ زبان ودہن وچشم بند کرنا مرشدان برحق نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر طالبین کی سہولت کے لئے مرتب کیا ہے۔

سانس روک کر پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ہواجس وساوس اور خواطر حملہ آور نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے بھی ہیں تو جلد زائل ہو جاتے ہیں۔

ہواجس نفس کی طرف سے واوس خناس کی طرف سے اور خواطر اکثر تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ بعض خواطر ملکوتی اور رحمانی بھی ہوتے ہیں۔ حبس دم سے ملکوتی اور رحمانی خواطر میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔

سانس پر قابو پانے سے بے پناہ روحانی قوت حاصل ہوتی ہے مگر سانس کو قوت ضبط

سے زائد روکنا سخت خطرناک ہے۔ سانس روک کر پڑھنے میں مشاہدات کا باب جلد کشادہ ہو جاتا ہے۔

زبانی اذکار چونکہ صرف جسمانی طہارت اور اصلاح کا باعث ہیں اس لئے مشاہدات باطنی میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ اگر اذکار لسانی کے ساتھ اشغال باطنی بھی جاری رکھے جاتے ہیں تو جلد منزل مقصود قریب نظر آنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرشدانِ قلندریہ نے تسبیحات کے لئے ذکر لسانی کے ساتھ ذکرِ سرّی لازمی قرار دیا ہے۔

امور باطنی

ا۔ تجلیاتِ ربّانی ۲۔ مکاشفاتِ روحانی

تجلیات ربانی انشراح صدر سے تعلق رکھتی ہیں اور مکاشفات روحانی ریاضات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

تجلیات ربانی میں حقائق نفس الامری مشاہدہ ہوتے ہیں اور مکاشفات روحانی میں بعض احوال ماضی وحال و مستقبل کا انکشاف ہوتا ہے۔

تجلیات ربانی کا مشہود بغیر تسبیحات اسماء کے ممکن نہیں مکاشفات روحانی کے لئے تلاوت کلام اللہ۔ نماز اور دیگر اذکار مختلفہ (تہجد و دیگر نوافل وغیرہ) مخصوص ہیں۔

۳۔ مقاماتِ قُربِ ربانی:۔

امور باطنی کی مذکورہ دونوں اقسام سے جداگانہ ایک تیسری قسم مقاماتِ قرب ربانی ہے۔ اسکا تعلق نہ تو انشراح صدر سے ہے نہ ریاضات وطریقت سے۔ یہ ایک جداگانہ راہ ہے جس کو اصطلاحاً 'معرفت' سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ راہ قلندروں کی

ہے۔ اس مرتبہ تک اہل تجلیات اور اہل مکاشفات بھی پہنچ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ راہ قلندری طے کریں۔ قلندری جو مقام صدق ہے ایک مخصوص راہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ راہ سے مراد تعلیمات قلندری (تسبیحات وغیرہ) ہیں۔

اس راہ پر چل کر کوئی شخص منزل سے محروم رہ جائے یہ ہرگز ممکن نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ کم ظرف ہونے کی صورت میں مقامات عالیہ تک رسائی نصیب نہ ہو۔

صدق کے دو مقام ہیں پہلے مقام والے کو صادق کہتے ہیں دوسرے مقام والے کو صدیق کہتے ہیں۔

بہ اعتبار تعلیم روحانیت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ نوری ۲۔ ظہوری

ان میں سے ہر قسم کے دو رخ ہیں

نوری کا ظاہری رخ حقیقت کے نام سے موسوم ہے اور باطنی رخ معرفت کے نام سے موسوم ہے۔

ظہوری کا ظاہری رخ شریعت کے نام سے موسوم ہے اور باطنی رخ طریقت کے نام سے موسوم ہے۔

شریعت کا باطن طریقت ہے اور حقیقت کا باطن معرفت ہے۔
ساری دنیا کے اہل باطن علمی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔

نوری اور ظہوری

باری تعالیٰ نے نور کے دو مرتبہ فرمائے ہیں۔ نُورٌ اور نُورٌ عَلٰی نُورٌ[۱] (یعنی روشنی پر روشنی) زیریں روشنی کو اصطلاحاً ظہور کہا گیا ہے۔ بالائی روشنی کو نور مطلق کہا گیا ہے۔

جو لوگ زیریں روشنی سے روشن ضمیر ہوتے ہیں اور جو لوگ بالائی روشنی سے فیض یاب ہوتے ہیں بہ اعتبار مرتبہ مختلف ہیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے علیٰ نور کی ہدایت فرماتا ہے۔ سب کچھ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ کسی کسب اور ریاضت کو اس میں دخل نہیں

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[۲]

۱۔ النور ۳۵۔ ۲۔ النور ۳۵۔

ضمیمہ

مرتبہ

محمدؐ اکرام علی

(م-ا-ع)

ترتیبِ مضامین

صفحہ نمبر	نام مضمون	نمبر شمار
۷۵	ذاتِ اقدس	۱
۸۶	توسطِ نسبت	۲
۸۹	سلاسلِ طریقت	۳
۹۳	طریقِ فیض رحمانیہ	۴
۱۰۰	سلاسلِ حقیقت (قلندریہ)	۵
۱۰۱	شریعت۔ طریقت۔ حقیقت	
۱۰۴	سلسلہ قلندریہ، صدیقیہ، حیدریہ،	
۱۰۶	حضرت قبلہ کی تعلیمات قلندریہ	
۱۰۷	قلندری نسبت	
۱۰۹	شجرہ ہائے قلندریہ	
۱۱۴	طریقِ قلندریہ فیض رحمانیہ	
۱۱۶	ارکان قلندریہ	
۱۱۸	اسمائے حسنٰی	

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ نمبر
	ا۔ تسبیح اعظم	۱۲۲
	۲ تسبیحات اسماء	۱۲۳
	۳ تسبیح اعظم الاذکار	۱۲۹
	۴ دعائے جلیلہ	۱۳۱
	۵ درود شریف	۱۳۳
	۶ تسبیح سحر گاہی	۱۳۳
۶	مراتب و مقاماتِ قلندری	۱۳۶
۷	حضرت قبلہ کے مراتب و مقاماتِ قلندری	۱۴۱
	ا۔ قلندرِ مہری	۱۴۳
	ب۔ قلندرِ قہری	۱۴۵
	ج۔ قلندرِ دہری	۱۴۷
	د۔ قلندرِ زمان	۱۵۵
۸	مجمع البحرین	۱۵۹
۹	ارشاداتِ ذاتی	۱۷۰

۱

ذاتِ اقدس

تاریخِ ولادت:- ۱۲رجب حضرت قبلہ کی تاریخ پیدائش ہے۔ حضرت قبلہ کا اسم گرامی 'اسد الرحمٰن' والد بزرگوار نے اس وجہ سے رکھا تھا کہ ۱۲رجب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تاریخ پیدائش تھی۔ اور حضرت علیؓ کا نام 'اسد اللہ' تھا۔ حضور انورؐ انہیں 'علی' نام سے پکارتے تھے۔ (میں نے عرض کرنے کی جسارت کی کہ غالباً 'یا علی' ان کا اعظم الاسماء تھا۔ حضرت قبلہ نے تصدیق فرمائی)۔

۳۰ جون ۱۹۷۷ء (۱۲رجب ۱۳۹۷ھ) حضرت قبلہ کی آخری سالگرہ کے موقعہ پر شام کے وقت کچھ حضرات (خاص طور پر رحمت الٰہی صاحب) نے تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف کیا۔ میں نے فیضان قدسی کا حوالہ دیا جس کے مطابق ۱۲رجب ۱۳۱۱ھ تاریخ ولادت ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا فیضان قدسی میں کتابت کی غلطی ہے۔ ان کے فرمانے کے مطابق عمر ۹۰ سال سے ایک سال کم تھی۔

اس بارہ میں رحمت الٰہی صاحت نے ایک کتاب کا حوالہ دیا کہ تاریخ پیدائش ۱۸۸۸ء ہے۔

اگلے دن (یکم جولائی) میں نے فیضان قدسی کی تاریخ پیدائش کا حوالہ دیا اور اس کی تصدیق میں حضرت قبلہ کے تاریخی ناموں کی یاد دہانی کی۔ حضرت قبلہ نے کافی عرصہ

قبل بتایا تھا کہ آپ کے تاریخی نام دو ہیں۔

۱ محمد فیض الرحمٰن (منجانب حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ)

۲ علی اختر (منجانب حضرت قبلہ کے خالو فدا علی فارغ صاحب۔ جو علم الاعداد کے ماہر تھے)

دونوں تاریخی ناموں سے ۱۳۱۱ھ استخراج ہوتا ہے۔

م	ح	م	د	ف	ی	ض	ا	ل	ر	ح	م	ن
۴۰	۸	۴۰	۴	۸۰	۱۰	۸۰۰	۱	۳۰	۲۰۰	۸	۴۰	۵۰

(۱۳۱۱ھ)

ع	ل	ی	ا	خ	ت	ر
۷۰	۳۰	۱۰	۱	۶۰۰	۴۰۰	۲۰۰

(۱۳۱۱ھ)

اس حساب کو دیکھ کر حضرت قبلہ نے تصدیق فرمائی کہ فیضان قدسی کی تاریخ پیدائش صحیح ہے۔

حضرت قبلہ کی تاریخ ولادت ۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ

(فیضان قدسی گوشادب لاہور ۱۹۵۴ ص ۳۲)

حضرت قبلہ کی تاریخ ولادت ۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ کے مطابق ــــــ عیسوی کے دن اور

تاریخ کا میں نے حساب لگا کر بتایا ۱۹ جنوری ۱۸۹۴ء بروز جمعہ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک کاغذ پر لکھ دو۔

حضرت قبلہ نے مزید فرمایا:

'۱۵ شعبان کو رجسٹر سامنے آئے گا اس وقت تصدیق ہو جائے گی'

حضرت قبلہ نے یہ جملہ کئی بار دہرایا۔ (ملفوظات ۱۹ ستمبر ۷۲ء)

اعظم الاسماء

حضرت قبلہ کا اعظم الاسماء 'الرحمٰن' ہے

(اس وجہ سے اسم گرامی اسد + الرحمٰن = 'اسد الرحمٰن' منجانب والد بزرگوار) اور اسی وجہ سے تاریخی نام 'محمد فیض الرحمٰن' (منجانب حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ)

تسبیح

حضرت قبلہ کی تسبیح 'الرحمٰن المستعان' (تسبیحات عصر نمبر ۲)

طریقہ فیض رحمانیہ

فریضہ حج سے فراغت کے بعد حضرت قبلہ کو شیخ المدنیہ سے بے واسطہ دربار نبویؐ سے جو روحانی امانت عطا ہوئی وہ طریق عالیہ فیض رحمانی ہے۔

حضرت قبلہ کے تاریخی نام 'محمد فیض الرحمٰن' کے حوالے سے میں نے عرض کیا۔

۱ اسی تاریخی نام کی مناسبت سے حضرت قبلہ کے خصوصی سلسلہ کا نام طریق 'فیض رحمانی' ہے اور☆

۲ اسی مناسبت سے 'فیضان قدسی' کتاب کا نام ہے۔

حضرت قبلہ نے دونوں نکات کی تصدیق فرمائی۔ (ملفوظات کم جولائی ۱۹۷۷ء)

حضرت قبلہ کے القاب

۱ **ولی الاشرف** منجانب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

۲ **حبیب الاولیاء** منجانب حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد سلیمان پھلواروی نوراللہ مرقدہ

(سرورق کتاب 'صراط مستقیم' لطیفی برقی پریس دہلی ۱۹۵۵ء)

(بحوالہ کتاب 'فیضان قدسی' گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۴ء)

☆ ۱ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا مرتب فرمایا ہوا تاریخی نام "محمد فیض الرحمٰن" طریق عالیہ فیض رحمانیہ کی پیش بینی ہے۔ ۲ طریق عالیہ فیض رحمانی کا نام حضرت قبلہ کے تاریخی نام کا تکملہ ہے۔ (مؤلف)

۳ محمد ناصر الدین (سرورق کتاب 'علم بیان' عزیزی آرٹ پریس آگرہ ۱۳۴۳ھ)

حضرت قبلہ کی مہر

۴ فیض بابا قلندر (سرورق کتاب تحفہ درویش گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۵ء)

۵ فیض قلندر ماوی شجرہ نسبت قلندریہ رحمانیہ قلمی بیاض (مؤلف)

ولادت وطفولیت

حضرت مدظلہ ۱۲ رجب ۱۳۱۱ ہجری کی صبح پیدا ہوئے۔ شب کو والدہ محترمہ نے خواب دیکھا کہ صبح کا ستارہ آسمان سے ٹوٹ کر دامن میں آ گرا ہے گھبرا کر بیدار ہوئیں اور اسی وقت ولادت ظہور میں آئی۔ پیدا ہو کر متواتر دو برس تک نہ روئے، نہ ہنسے نہ بولے۔ رلانے اور ہنسانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی مگر سب بے سود۔ جب پیدائش کو دو برس گزر چکے تو پندرھویں شب شعبان میں والدہ محترمہ نے مصلے کے قریب سلا دیا اور خود نوافل پڑھنے لگیں۔ نصف شب گزرنے پر موصوفہ نے دیکھا کہ بچہ آسمان کی طرف انگلی اٹھائے کچھ بول رہا ہے اس واقعہ کی صبح سے ہنسنا بولنا شروع ہو گیا۔

تعلیم و تربیت

جب عمر شریف چار برس کی ہوئی تو والدہ محترمہ نے جو حافظ کلام اللہ تھیں قرآن شریف پڑھانا شروع کیا اور دو برس میں قرآن پڑھا دیا۔ جس دن قرآن مجید ختم ہوا والدہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رحل پر قرآن شریف کھولے ہوئے سنا رہے ہیں۔ اوّل سے آخر تک پورا قرآن سنایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا تھیلا جس میں اخروٹ کے برابر کوئی شے بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا۔

قرآن شریف ختم ہونے کے بعد ساتواں برس شروع ہوتے ہی والد بزرگوار نے درسی تعلیم شروع کرائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں درسی تعلیم سے فراغت حاصل کر کے روحانی مشاغل شروع کیے۔ اسی اثناء میں بتاریخ ۲۲ ذی الحج ۱۳۳۰ھ میں والد بزرگوار نے جو حضرت کے مرشدِ طریقت بھی تھے رحلت فرمائی اور متوسلین نے حضرت مدظلہ کو والد کا گدی نشین بنا دیا۔

مسند نشینی اور مجاہدات

مسند نشینی کے بعد مسلسل بارہ برس تک نہایت شدید مجاہدات کئے اور سخت ریاضات کیں۔ بقول حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی 'گزشتہ زمانہ کی تاریخ کو زندہ کیا'۔ دوازدہ سالہ مجاہدہ ختم ہونے پر عقیدت مندوں نے بڑا ہی شاندار جشن منایا اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقد نے 'دلی الاشرف' لقب عنایت فرمایا۔ حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد سلیمان پھلواروی نور اللہ مرقدہ نے 'حبیب الاولیا' خطاب سے سرفراز فرمایا۔

جب حضرت مرشدنا مدظلہ ۱۳۴۹ھ میں تھانہ بھون تشریف لے گئے تو بستی سے باہر ایک تکیہ میں خیمہ نصب کرا کے قیام فرمایا۔ اور ایک فرودگاہ تعمیر کرائی جس کو حضرت محدث تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے آستانہ قدسی کے نام سے موسوم فرما کر حسب ذیل قطعہ جس میں حضرت مرشدنا مدظلہ کی تھانہ بھون میں آمد کی تاریخ خود حضرت مولانا علیہ رحمتہ نے نکالی ہے ایک سنگ مرمر کی لوح پر کندہ کرا کے دیوار میں نصب کرا دیا اور خود دست مبارک سے قطعہ مزکورہ ایک کاغذ پر لکھ کر حضرت مرشدنا مدظلہ کی پیش کیا۔

قطعہ

کرو قدسی نزول چوں ایں جا　　جستم از دل سن ظہور سرور
گفت دل 'آستانہ قدسی'　　ہم بیافزا برد 'تجلی طور'

کتبہ فقیر اشرف علی تھانوی

حضرت مولانا ممدوح علیہ الرحمۃ بعد وفات حسب وصیت آستانہ قدسی کے احاطہ ہی میں دفن ہوئے (فیضان قدسی گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۲ء ۳۱-۳۵)

حضرت قبلہ کی تاریخ

ولادت

۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ

۱۹ جنوری ۱۸۹۴ء

بروز جمعہ

۵ بجے صبح

رحلت

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

۲۴ نومبر ۱۹۷۵ء

بروز جمعرات

۹:۳۰ بجے شب

یعنی

جمعرات---جمعہ

درمیانی شب

۲

حضرت قبلہ مدظلہٗ کی توسط نسبت

حضرت قبلہ مدظلہ کی توسط نسبت

حضور انور سرورِ کائنات حضرت سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ العالمین و خاتم النبیّن سے حضرت قبلہ کو شرف نسبت بہ اختلاف چند واسطہ سے سرفراز فرمایا گیا۔

۱ براہ راست

۲ بہ یک واسطہ

۳ بہ دو واسطے

۴ بہ چند واسطے

۵ اُویسی نسبتیں

۱۔ **پہلی نسبت براہ راست** : زمانہ طفولیت میں بعمر شش سال۔

۲۔ **دوسری نسبت بہ یک واسطہ**: بتوسط حضرت قطب الاقطاب غوث العالم سیّد حمزہ رفاعی شیخ المدینہ اعلی اللہ مقامہٗ (سلسلہ فیض رحمانیہ)

۳۔ تیسری نسبت بہ دو واسطہ: بتوسط۔

(ا) حضرت قطب العالم خواجہ محمد ناصر عندلیب رحمۃ اللہ علیہ

(ب) حضرت امام الاولیا سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ۔ (سلسلہ محمدیہ قلندریہ)

۴۔ چوتھی نسبت بہ چند واسطہ: بتوسط۔

(ا) شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی ؒ

(ب) شیخ الطائفہ حضرت سیّد حسن رسول نما بنارسی ؒ

(ان کا واسطہ براہ راست ہے)

۵۔ پانچویں نسبت مداریہ قلندریہ:

حضرت شاہ بدیع الدین مدار قلندر کو حضور انور ؐ سے براہ راست نسبت تھی۔ حضرت موصوف کو سلسلہ عالیہ قلندریہ میں تین نسبتیں اور بھی حاصل تھیں۔ جن میں باختلاف تین پانچ اور سات کی نسبت ہے۔

ان مذکورہ نسبتوں کا حصول بھی بتوسط حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی ہے (یہ سب نسبتیں اویسی ہیں) (ملفوظات ۷ اجولائی ۱۹۶۰ء)

۳

سلاسلِ طریقت

سلاسلِ طریقت

حضرت قبلہ کو جملہ سلاسلِ طریقت کی خلافت واجازت حاصل ہیں۔ ان میں بعض سندی اور بعض غیر سندی ہیں۔

(ا) بہ زمانہ سیاحت تقریباً پانچ سو بزرگوں سے طریقت کے مختلف سلسلوں اوران کی شاخوں کی اجازت حاصل ہوئی۔ یہ اجازت غیر سندی ہے اسلئے 'کتاب الشجرہ' میں شامل نہیں کی گئی۔

اسنادی سلسلے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سب سے پہلی سند قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قلندریہ، اور شاذلیہ میں حضرت والد ماجد علیہ رحمتہ سے حاصل ہوئی۔

۲۔ دوسری سند سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، قلندریہ، اور شاذلیہ مع ان کی جملہ شاخوں کے حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی سے حاصل ہوئی۔

۳۔ تیسری سند نقشبندیہ، مجددیہ حضرت شاہ حافظ محبّ الحق عظیم آبادی (پٹنہ) علیہ

الرحمتہ سے حاصل ہوئی۔

۴۔ چوتھی سند قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اوران کی مختلف شاخوں میں حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی علیہ الرحمتہ سے حاصل ہوئی۔

۵۔ پانچویں سند سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ میں حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی علیہ رحمتہ سے حاصل ہوئی (ان بزرگ سے بہت سے سلسلوں میں اجازت ملی مگر شجرات محفوظ نہ رہے)۔

۶۔ چھٹی سند حضرت قطب الاقطاب غوث العالم سیّد حمزہ رفاعی شیخ المدنیہ اعلی اللہ مقامھم سے طریق فیض رحمانیہ اور سلسلہ رفاعیہ کی حاصل ہوئی۔

۷۔ ساتویں سند سلاسل ناصریہ، بدویہ، عیدروسیہ، شاذلیہ، سینوسیہ، بکتاشیہ اور مولویہ میں حضرت شیخ المشائخ جناب سیّد محمد مصطفٰے ابن قطب العالم حضرت سیّدنا ماء العینین رحمتہ اللہ علیہ سے مدینہ منورہ میں حاصل ہوئی۔

۸۔ آٹھویں سند حضرت محمد عبداللہ یمنی قطب مکہ مکرّمہ سے مکہ مکرّمہ میں جملہ بتیس ۳۲ سلسلوں میں حاصل ہوئی۔ اس سند میں چودہ ۱۴ خانوادے اوران کی چار سو ۴۰۰ شاخیں شامل ہیں (ملفوظات ۷ جولائی ۱۹۶۰ء)

(ب) **سلسلہ سنیوسیہ** کی اجازت خواجہ حسن نظامی کو حاصل تھی

سلسلہ شاذلیہ کی اجازت حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی کو حاصل تھی۔

سلسلہ رفاعیہ کی دو خانقاہیں پہلے سے موجود ہیں۔ رفاعیہ خاندان کے ایک شیخ حیدر آباد (دکن) میں ہیں۔ اور ایک بمبئی میں ہیں۔ ان کی با قاعدہ خانقاہیں ہیں۔ اس سلسلے کے ایک شیخ حال ہی میں کراچی میں وارد ہوئے ہیں اور مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔

مولویہ خاندان کی اجازت ہندوستان میں صرف حضرت قبلہ کو حاصل ہے۔ شیخ الشیوخ ممالک مغربیہ حضرت سیّدنا محمد مصطفے ابن قلب الاقطاب حضرت سیّدنا ماء العینین نے حضرت قبلہ کو مولویہ خاندان کی اجازت دی تھی۔

ہندوستان میں **مولویہ، بکتاشیہ**، اور **عیدروسیہ** خاندانوں کی اجازت صرف حضرت قبلہ کو حاصل ہے (ملفوظات ۹ مئی ۱۹۵۷ء)

۴

طریقِ عالیۂ فیضِ رحمانیہ

امانتِ رحمتہ للعالمین

جنوری ۱۹۴۰ء میں فریضہ حج سے فراغت کے بعد شیخ المدینہ قطب الاقطاب غوث العالم حضرت سیّد حمزہ رفائی اعلیٰ اللہ مقامہم کی وساطت سے جملہ سلسلہ ہائے طریقت کا تکملہ اس امانت سے ہوا جو بے واسطہ دربار نبویؐ سے روحانی طور پر عطا ہوئی۔ یعنی

طریق عالیہ **فیض رحمانیہ**۔

طریقت کی تمام تعلیمات وہی ہیں جو حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب صفہ کو تفویض ہوئیں۔ مگر چند صدی کے بعد اشراق اور یوگ وغیرہ کی غیر اسلامی تعلیمات میں مخلوط ہو کر مستور ہو گئی تھیں۔ جب شرک والحاد تک نوبت پہنچی تو چودھویں صدی ہجری میں حضرت قطب الاقطاب غوث العالم سیّد حمزہ رفاعی شیخ المدینہ اعلیٰ اللہ مقامھم کو تجدید طریقت کی روحانی ہدایت ہوئی۔ ادھر ہندوستان میں حضرت مرشدنا مدظلہٗ نے سال ہا سال کی ریاضت ومجاہدات کے بعد طریقت کی اسلامی تعلیمات میں غیر اسلامی چیزیں محسوس فرمائیں۔ نہایت غور و تحقیق کے ساتھ جس چیز کی تائید و

تصدیق قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ سے نہ ہو سکی اسکو خارج کر کے کھوٹے کو کھرے سے الگ کر دیا اور کتاب 'صراط مستقیم' تالیف فرمائی جس کی اشاعت کے بعد بیشمار اہل حق و تحقیق اصحاب نے حضرت ممدوح مدظلہ کو مجدد طریقت تسلیم کرتے ہوئے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور مبتدعانہ مسلک سے تائب ہوئے۔

''جب حضرت مرشدِ نا مدظلہ' فریضہ حج سے فراغت کے بعد مدنیہ منورہ میں حضرت شیخ المدنیہ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے تو حضرت اقدس نے جو سالہا سال سے خلوت نشین تھے اپنا تجدید شدہ طریقہ تفویض فرما کر خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ یہ تمہاری امانت میرے پاس محفوظ تھی اور عرصہ دراز سے میں تمھارا منتظر تھا۔ الحمد اللہ۔ میں اس بار امانت سے سبک دوش ہوا۔ یہ چیز تمھارے لئے مخصوص تھی جو بے واسطہ دربار نبویؐ سے روحانی طور پر عطا ہوئی۔ حضرت مرشدنا مدظلہ اس نعمت عظمٰی سے فیضیاب ہو کر سجدہ شکر بجالائے اور اس طریقہ عالی کو 'فیض رحمانی' کے نام سے موسوم فرمایا۔''

(فیضان قدسی گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۵ء ص۲۹-۳۰)

''جب تک حضرت مرشدنا مدظلہ طریقہ فیض رحمانیہ سے فیضیاب نہیں ہوئے تھے یہ معمول تھا کہ جب کوئی طالب کسی خاندان میں بیعت کی درخواست کرتا تو داخل سلسلہ

فرما کر اسی خاندان کے معمولات کی تعلیم فرماتے تھے۔ طریقہ 'فیض رحمانیہ' سے مشرف ہونے کے بعد جملہ متوسلین کو جو پہلے مختلف خاندانوں میں حضرت کے دست حق پرست پر بعیت کر چکے تھے اس سلسلہ عالیہ میں بھی شامل فرمالیا ہے۔" (فیضان قدسی ص ۲۸)

۱۔ حضرت قبلہ کا طریق رحمانی اُویسی ہے۔

"اویسیت اسے کہتے ہیں جس میں کوئی واسطہ حایل نہ ہو۔ حضرت سیّد حمزہ رفاعی اللہ علیہ کو حضور انورؐ سے براہ راست نسبت حاصل ہے۔ 'فیض رحمانیہ' سلسلہ بھی ہے" (ملفوظات ۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء)

۲۔ طریقہ فیض رحمانیہ حضرت امام جعفر صادقؓ سے چلا آرہا ہے
(سلسلہ قلندریہ رحمانیہ بھی انہی سے چلا آرہا ہے)

روحانیت سینہ بہ سینہ چلتی ہے۔ روحانیت ایک امانت ہے جو سینہ بہ سینہ چلتی ہے ذات گرامیؐ سے۔ حروف والفاظ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ امانت ایک باطنی چیز ہے غیبی امداد ہے۔ الفاظ اسے ظاہر نہیں کر سکتے یہ ہر پیغمبر کے بارے میں ہے۔ اب یہ امانت صرف حضورؐ سے چلتی ہے۔

آصف بن برخیاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب خاص تھے وہ خضر تھے

۔ارشاد ربانی ہے۔

وَعَلَّمْنَاہ مِنْ لَّدُنا عِلْماً

(ہم نے اپنے پاس سے اسکو علم عطا فرمایا تھا)

وہ 'علم' کیا تھا؟ ایک غیبی امداد تھی جسے روحانیت کہتے ہیں۔

روحانیت = امانت = روحانیت

اب یہ **امانت** (روحانیت) حضورؐ کے توسط کے بغیر نہیں مل سکتی۔ (ملفوظات ۲۲ جولائی ۱۹۷۷ء)

۳۔ ''بفضلہٖ تعالیٰ طریقت کے سب سلسلے یک جا جمع ہیں۔ سب کی مختلف تعلیمات پر بھی وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہا۔ اب کسی خاص سلسلے سے وابستگی نہیں۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (بہ واسطہ سیّد حمزہ رفاعیؒ) تعلق ہے اور بس''۔

''ذات گرامی سے یہ تعلق ایک امانت تھی جو سیّد حمزہ رفاعی کے پاس محفوظ تھی۔ حاضری مدینہ منورہ کے موقع پر یہ نعمت ملی اور 'فیض رحمانی' کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ بس باقی ہوس'' (ملفوظات ۲۱ جولائی ۱۹۷۷ء)

۴۔ 'دنیا میں طریقت کے کل بتّیس سلسلے ہیں جو صحابہ اکرام پر منتہی ہوتے ہیں۔

نسبتاً سب سلسلے حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ سے وابستہ ہیں۔ تیتیسواں سلسلہ جو درحقیقت سلسلہ اول ہے سلسلہ قلندریہ ہے۔ جملہ سلاسل طریقت کی غرض و غایت رجوع الی اللہ ہے۔ بنیادی تعلیم سب کی ایک ہی ہے۔ اقتضائے وقت اور حالات کی مناسبت سے بعض مقتدیان سلسلہ نے کچھ تعلیمات بتائید غیبی مرتب کیں۔ ان تعلیمات میں غیر اسلامی تعلیمات بھی داخل اور شامل ہوگئیں۔ مگر طریقہ قلندریہ کی وہی تعلیمات ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تفویض ہوئیں۔

''طریقہ قلندریہ طریقت کے مروجہ بتیس سلسلوں سے جداگانہ ہے۔ طریقہ فیض رحمانیہ طریقت کے بتیس سلسلوں کا نچوڑ ہے جس میں وہ سب غیر اسلامی تعلیمات جو مختلف زمانوں میں داخل سلسلہ ہوئیں خارج ہیں۔ کوئی ایک چیز بھی طریقہ فیض رحمانیہ میں کتاب وسنت کے خلاف نہیں۔''

''تیسری صدی ہجری کے آغاز میں دیگر مذاہب کی روحانی تعلیمات طریقت میں داخل ہوئیں۔ سات سو برس تک وہ تعلیمات طریقت میں داخل رہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بتائید غیبی غیر اسلامی تعلیمات کو بڑی حد تک خارج کیا۔ مگر

وہ سلسلے جو دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں اس تجدید سے پوری طرح فیضیاب نہ ہو سکے۔ چونکہ مخبرِ صادق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق چودھویں صدی کذب وافترا کے جملہ لوازمات میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس لئے کذب کی بیخکنی کے لئے صدق کی ضرورت ہے۔ چودھویں صدی کے خاتمہ تک انشاء اللہ صدق وصفا کا دور دورہ ہوگا اور یہ سب تعلیمات قلندریہ کا نتیجہ ہوگا'۔

(ملفوظات ۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء)

۵

سلاسلِ حقیقت

(قلندریہ)

شریعت------طریقت--------حقیقت

علوم اسلامیہ دو قسم کے ہیں۔ ظاہری اور باطنی

۱۔ ظاہری علوم کو علم شریعت کہتے ہیں۔ تزکیہ ظاہر علم شریعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے اس علم کو 'علم الیقین' بھی کہتے ہیں،

۲۔ باطنی علوم کو 'علم طریقت' کہتے ہیں۔ تصفیہ باطن علم طریقت کے بغیر ممکن نہیں اسلئے۔ اس علم کو 'عین الیقین' بھی کہتے ہیں۔

(کشکول قلندری گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۵ء، ۱۷)

۳۔ حدود شریعت سے متجاوز اور قیود طریقت سے ماورئی بھی ایک شاہراہ ہے۔ جس کو 'حق الیقین' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور جس کے اسرار و رموز وہبی طور سے حاصل ہوتے ہیں۔ اصطلاحاً اس راہ کو معرفت و حقیقت بھی کہتے ہیں۔

اسمائے حسنیٰ کی تعریفات سے آگاہ ہونا 'معرفت' ہے اور تاثیرات اسماء کے اسرار سے آگاہ ہونا 'حقیقت' ہے۔

’’حق الیقین ایک بالکل جداگانہ مسلک ہے۔ طریقہ قلندریہ کے پیروکار ابتدا ہی سے اس منزل علیا میں گامزن ہو جاتے ہیں۔ شریعت وطریقت کا ماحصل بھی حق الیقین ہی ہے۔ سالکانِ راہ طریقت جب بہ اتباع شریعت سب مرحلے طے کر چکتے ہیں منزل حق الیقن ہی میں پہنچتے ہیں۔ اس منزل میں حدود شریعت سے متجاوز اور قیود طریقت سے ماورئی معاملات وحالات پیش آتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا جو قصہ ۱؎ بیان ہوا ہے اس میں اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

(کشکول قلندری ص۱۸-۱۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب علم وفضل، صاحب وحی ومعجزہ اور صاحب کتاب پیغمبر تھے اور کلیم اللہ امتیازی شان تھی۔ مذکورہ قصہ سے یقیناً یہ سبق ملتا ہے کہ کتاب وسنت کی راہ سے جداگانہ بھی کوئی راہ ہے جس کے طے کرنے کے لئے صبر و استقلال اور خدمت واطاعت مرشد ضروری ہے۔ جس کے حالات حدودِ شریعت سے متجاوز اور جس کے معمولات قیود طریقت سے ماورئی ہیں۔ (کشکول قلندری ص۲۳)

قلندری ایک نسبت ہے جو بتوسط نبی کریمؐ بندے کو اپنے رب سے قریب کر کے مقام رضا تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کی حقیقت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ قال نہیں حال ہے۔ (کشکول قلندری ص۴۶)

۱؎ سورۃ کہف

نسبت کیا چیز ہے؟ نسبت ایک وجدانی جذبہ ہے جو منجانب حق تعالیٰ جل شانہ عباد مخلص کو بطور القاء عطا ہوتا ہے۔ حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صَلوٰۃ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ سے قبل بغیر انبیاء کے توسط کے بعض مخلص بندوں پر یہ جذبہ شریفہ القاء ہوا۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے۔

'ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ
جس کو ہم نے اپنی حضور سے رحمت
عطا کی اور اپنی جناب سے علم سکھایا'

(کشکول قلندری صہ ۷۰)

"جذبہ وجدانی جسے قلندری اصطلاح میں نسبت کہتے ہیں۔ ایک عطیہ رحمت ہے جو بعثت خاتم الانبیاء والمرسلینؐ سے قبل جناب الٰہی سے بعض بندگان خاص کو وہبی طور پر بے واسطہ القاء ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب میں جذبہ وجدانی مرحمت ہوا۔ اور اس کے جملہ نتائج و برکات بدرجہ اتم تفویض ہوئے۔ اور جملہ اسمائے حسنیٰ کی تجلیات و تاثیرات مشکوف و مشہود ہو کر یہ شرف بخشا گیا کہ اب تا قیامت کوئی شخص بھی ذات گرامی کے وسیلہ کے بغیر اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکتا" (کشکول قلندری ۷۱)

سلسلہ قلندریہ صدیقیہ وحیدریہ

''طریقت کی تعلیمات اور سلسلے اصحابِ صفہ سے جاری ہوئے۔ قلندری طریقہ صرف حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جاری ہوئے''۔ (کشکول قلندری صہ ۲۷)

کوئی مانے یا نہ مانے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے جو تعلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کو تھا وہ کسی کو بھی نہ تھا۔ صحیح معنوں میں یہی دو ہستیاں مسند خلافت و امامت کی اہل و مستحق تھیں۔
اور ان ہی دو مبارک ہستیوں سے وہ نسبت وابستہ ہے جسے 'قلندری' کہتے ہیں۔

''قلندری ایک نسبت ہے جو بتوسّط حضرت نبی کریمؐ بندے کو اپنے رب سے قریب کر کے مقام رضا تک پہنچادیتی ہے۔ اس کی حقیقت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ قال نہیں حال ہے۔''

معراج کی شب یہ نعمت خاص عطا ہوئی۔ سدرۃ المنتہٰی پر جب روٴیتِ آیاتِ کُبریٰ ہوئی اسرار اسمائے الٰہی سدرۃ پر چھائے ہوئے تھے۔ نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔

تاثیرات اسماء کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ بعد معراج حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت عظمیٰ یعنی برکات اسمائے حسنیٰ سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کو مشرف فرمایا۔

اس نسبت علیا میں حضرت سیّدنا ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ وابستہ ہوئے اور حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما شرف یاب ہوئے۔

''حضرت سعید حبشی قدس سرّہٗ کو حضرت بلالؓ اور حضرت سیّدنا امام حسنؓ سے فیض حاصل ہو کر سلسلہ قلندریہ صدیقیہ جاری ہوا۔ جس کی شاخیں شام وحبش اور مصر وحجاز میں پھیلی ہوئی ہیں۔

''سلسلہ قلندریہ حیدریہ حضرت سیّد الشہداء امام الاولیا حسین رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا جس کی شاخیں دنیائے اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں''۔

''ساری دنیا کے حیدری قلندر سب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہیں۔ صدیقی قلندر بھی بواسطہ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے وابستہ ہیں۔ گویا جملہ قلندر نسبت علوی ہی رکھتے ہیں۔ شرف اوّلیت کے سبب نسبت صدیقی سے وابستگی باعث سعادت ہے''۔ (کشکول کلندری ص ۳۶-۳۸)

حضرت قبلہ کی تعلیمات قلندریہ۔

ابتدائی تعلیمات اسمائے حسنیٰ سے متعلق حضرت والد ماجد علیہ الرحمتہ سے حاصل ہوئیں۔ ان کی حیات میں تکمیل نہ ہو سکی۔ بقیہ تعلیمات حضرت شاہ محمد اشرف قلندر نقشبندی سے حاصل ہوئی۔ بڑی حد تک تکملہ ممدوح کے زیر صحبت ہوا۔ چونکہ غلبہ دوران ریاضت، مجاہداتِ طریقت کا رہا۔ اس لئے پوری تکمیل نہ ہو سکی۔ بفضل تعالیٰ طریقت کے مستند سلسلوں کی تعلیمات ابتدا سے انتہا تک بخیر و خوبی پوری ہوئیں۔ جب اس ماحصل پر نظر ڈالی تو اپنی پس ماندہ زندگی کا صحیح احساس ہوا۔ اور پورے انہماک کے ساتھ تعلیمات قلندریہ کی طرف رجوع ہوا۔ اور تائید ربانی سے جملہ متعلقہ حقائق روشن ہوئے اور توفیق الٰہی سے اپنے جملہ وابستگان اور متوسلین کے لئے ٹھوس بنیادی تعلیمات کتابی صورت میں مرتب ہوگئیں۔ جو بھی صدق و خلوص کے ساتھ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا انشاءاللہ منزل مقصود تک پہنچے گا۔ (ملفوظات ۷ اجولائی ١٩٦٠ء)

١٣٣٢ھ سے حضرت غریب شاہؒ کے توسط سے حضرت قبلہ کے قلندری دور کی ابتدا ہوئی۔ (ملفوظات یکم جنوری ١٩٦٠ء)

حضرت قبلہ کی قلندری نسبت

۱۔ سب سے پہلی نسبت بعمر تین ماہ بعالم شیر خوارگی بتوسط حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا قطب الاقطاب حضرت سیّدنا چراغ علی شاہ قلندرِ قہری علیہ الرحمتہ سے پہنچی۔

۲۔ دوسری نسبت بعمر شش ۶ سال حضرت قطب العالم یٰسین شاہ قلندرِ قہری علیہ الرحمتہ سے بے واسطہ ملی۔

۳۔ تیسری نسبت بعمر چودہ ۱۴ سال حضرت غریب شاہ قلندری مہری علیہ الرحمتہ سے بے واسطہ پہنچی۔

۴۔ چوتھی نسبت بعمر اٹھارہ ۱۸ سال حضرت شاہ محمد اشرف قلندرِ مہری نقشبندی علیہ الرحمتہ سے بے واسطہ پہنچی۔ (یہ حضرت شام فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمتہ کے خلیفہ تھے)

۵۔ پانچویں نسبت حضرت حبیب شاہ قلندرؒ سے بہ زمانہ سیاحت جزیرہ پنویل (جزیرہ سورڈن بمبئی سے ساٹھ میل آگے) میں ملی۔

۶۔ چھٹی نسبت تقریباً چالیس قلندروں سے بہ زمانہ سیاحت حاصل ہوئی۔ ان میں قلندران مہری وقہری شامل ہیں۔

۷۔ ساتویں نسبت والد بزرگوار کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اپنے والد حضرت شاہ نجف علی علیہ الرحمتہ سے ملی اور ان کو حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی سے۔ والد بزرگوار کو حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے خاندان قادریہ ،نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اوران کی شاخوں میں اجازت حاصل ہوئی تھی۔ مذکورہ چاروں خاندان اوران کی شاخوں میں والد ماجد حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے مختارو مجاز تھے۔

قلندریہ خاندان کے دوسلسلوں میں والد ماجد کو حضرت شاہ جمال الدّین دہلوی کی طرف سے سند ملی۔

۸۔ مجاہدات قلندریہ کے زمانہ میں بے واسطہ براہ راست جناب سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے فیض حاصل ہوا۔ (واقعہ اور زمانہ یاد نہیں)

(ملفوظات ۷ اجولائی ۱۹۶۰)

اللہ

شجرہ سلسلہ عالیہ قلندریہ صدیقیہ

حضرت سیّد المرسلین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام الثقلین سیّدنا ابا بکر صدیق رضی اللہ	حضرت امام المشارق والمغارب سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ
آقائے قلندراں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہٗ	سیّد الاصفیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ

حضرت شیخ سعید قلندر حبشی قدس سرہٗ
حضرت شیخ محمود قلندر صفراری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حافظ سلطان قلندر اوبھی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبدالرحمٰن قلندر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ احمد قلندر مجددفاروقی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ محمد سعید قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ محمد فرخ قلندر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شاہ محمد گل قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد ارشد قلندر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شاہ محمد عابد قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد مرشد قلندر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شاہ محمد مظہر قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ سراج احمد قلندر رحمۃ اللہ علیہ	حضرت شاہ غلام علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ابوسعید قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ عبدالغنی قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ جمال الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ حبیب الرحمٰن قلندر رحمۃ اللہ علیہ

فقیر اسد الرحمٰن قدسی

(قلمی بیاض ۔ مؤلف)

شجرہ قلندریہ حیدریہ

حضرت ختم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام الاولیا سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ
حضرت سیّدالشہدا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدالطائفہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ
حضرت سیّد جمال مجرد رحمتہ اللہ علیہ
حضرت سیّد شیخ عبداللہ علمبردار رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سیّد خضر رومی رحمتہ اللہ علیہ	حضرت طیفور شامی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت سیّد نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ	حضرت بدیع الدین مدار رحمتہ اللہ علیہ
حضرت سیّد قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ	حضرت شاہ اجمیل رحمتہ اللہ علیہ
حضرت محمد شاہ رحمتہ اللہ علیہ	حضرت شاہ بڈھن رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالسلام رحمتہ اللہ علیہ	حضرت شاہ درویش رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ احمد مجدد رحمتہ اللہ علیہ
حضرت خواجہ محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ گل رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ جمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ حبیب الرحمان گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ اسد الرحمان قدس اللہ مقامہم

(کشکول قلندری ص ۱۱۰-۱۱۲)

اللہ

شجرہ قلندریہ حیدریہ فیض رحمانیہ

حضرت سیّد المرسلین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام المشارق والمغارب سیّدنا علی حیدر کرم اللہ وجہہٗ
حضرت سیّدالشہداء سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہٗ
حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ
حضرت شیخ طیفور قلندر شامی قدس سرہٗ
حضرت الشیخ جمال مجرد قلندر الساوجی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت الشیخ عبداللہ قلندر علم بردار رحمتہ اللہ علیہ

حضرت خضر رومی شعلہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ
حضرت نجم الدین قلندر غوث الدہر رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بدیع الدین مدار قلندر مکنپوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت سیّد جمال قلندر عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قطب الدین قلندر بینادل رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد قلندر قطب جونپوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالسلام قلندر جونپوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ مجتبیٰ قلندر سلاہر پوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالرسول قلندر راجگیری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شیخ شاہ محمد فاضل قلندر ساڈھوری رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ عماد الدین قلندر پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ مجیب اللہ قلندر پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ نعمت اللہ قلندر پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ ابوالحسن قلندر پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ علی حبیب نصر قلندر رحمتہ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد سلیمان قلندر پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ

فقیر اسدالرحمٰن قدسی

(قلمی بیاضِ مؤلف)

هو اللہ المستعان

شجرہ نسبت قلندریہ رحمانیہ

حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیّدنا مولینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم	
حضرت امام الثقلین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	حضرت امام المشارق والمغارب وسیدنا علی کرم اللہ وجہہ

حضرت سالار قلندران عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شعلہ رو قلندر کھپرادھاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت غوث الدہر قلندر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بڈھاول قلندر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ محمد قطب قلندر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ السلام قلندر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ مجتبیٰ قلندر لاہرپوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ رسول قلندر راجگیری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید فاضل قلندر ساڈھوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت خواجہ عماد قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ مجیب اللہ قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ نعمت اللہ قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ ابوالحسن قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علی حبیب قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شاہ سلیمان قلندر پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ
اسد الرحمٰن قدسی فیض قلندر مالوی عفا اللہ عنہ

(قلمی بیاض مؤلف)

طریق قلندریہ فیض رحمانیہ

(۱) ''طریقہ قلندریہ فیضِ رحمانیہ حضرت شاہ سلیمان پھلواروی رحمتہ اللہ علیہ سے حسب ہدایت باطنی منتقل ہوا۔ یہ طریقہ حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ سے چلا آ رہا ہے۔ اس میں اسمائے باری تعالیٰ ہیں''۔

اصل قلندری طریقہ جو ہے اسکی تعلیمات کا جزو اعظم تسبیحات اسماء ہیں (اسمائے حسنیٰ اور تسبیحات اسماء کی تفصیلات ملفوظات میں محفوظ ہیں)

طریقت کے بتیس (۳۲) سلسلوں میں اسمائے باری تعالے اور مختلف قسم کے اذکار و اشغال ہیں۔ یہ تسبیحات اسماء سے مختلف ہیں۔ بعض طریقوں میں دو یا تین تسبیحات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ستر (۷۰) تسبیحات اسماء صرف قلندری چیز ہے۔

چودھویں صدی کے قلندرِ زمان کی تعلیمات میں طریقت کے بتیس ۳۲ سلسلے اور سلسلہ عالیہ قلندریہ کے دونوں طریقے سب یک جا شامل ہیں۔ قلندرِ زمان سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ جملہ سلاسل سے وابستہ ہیں۔

طریقہ قلندریہ فیض رحمانیہ میں اصل قلندری طریقہ کی تسبیحات اسماء کے ساتھ اسمائے حسنیٰ اور دعائے جلیلہ یک جا شامل ہیں۔ (ملفوظات ۱۲ جولائی ۱۹۷۷ء)

(ب) میں نے سوال کیا کہ سلسلہ قلندریہ کو رحمانیہ کیوں بیان کیا گیا ہے؟

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ اپنے آپ کو رحمانی کہا کرتے تھے انہیں یہ نسبت حضرت خضرؑ سے حاصل ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ دعائے جلیلہ بھی حضرت خضرؑ سے ملی تھی۔ یہ وہ دعا ہے جو حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتائی تھی دعائے جلیلہ امام جعفر صادق رحمتہ اللہ کی اولاد میں سینہ بہ سینہ چلی آرہی تھی۔ کتابوں میں دعائے جلیلہ کا نام تو چلتا رہا مگر اصلی دعا سینہ بہ سینہ رہی۔ یہ دعائے مبارکہ پہلی بار 'کشکول قلندری' میں منظر عام پر آئی اور بعض بزرگوں نے اس مبارک دعا کو منظر عام پر لانے کی مخالفت کی۔ مگر شائع کنندہ نے حالات حاضرہ کے پیش نظر سینہ بہ سینہ محفوظ نہ رکھنا مناسب سمجھا تاکہ پریشان حال اس مبارک دعا سے استفادہ کرسکیں۔ (ملفوظات ۱۲ جولائی ۱۹۷۷)

(ج) ۱۹۵۵ء میں تحفہ درویش (گوشہ ادب لاہور) از فیض بابا قلندرِ طریقہ قلندریہ فیضِ رحمانیہ کے معمولات خصوصی شائع ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں الطاف سبحانی (فیروز سنز لاہور) میں منجانب قلندرِ زمان 'معمولات خصوصی طریقہ عالیہ قلندریہ رحمانیہ' شائع کئے گئے۔

ارکان قلندریہ

''طریقہ قلندریہ کے خصوصی معمولات میں صرف تین ۳ چیزیں ہیں''۔

۱۔ تسبیح اعظم

۲۔ تسبیح اعظم الاذکار

۳۔ تسبیحات اسمائے باری تعالےٰ

ان کے ورد کے طریقے سلسلہ صدیقہ اور سلسلہ حیدریہ میں قدرے مختلف ہیں۔ بنیادی چیز میں کوئی فرق نہیں۔

۴۔ دعائے جلیلہ بعد میں داخل معمولات ہوئی۔

۵۔ درود شریف جملہ طریق وسلاسل کی روح رواں ہے۔

مذکورہ خصوصی معمولات کے سوا بھی کتاب وسنت سے چند معمولات ثابت ہیں جن میں سے بعض کی صحت وسند کے ساتھ اجازت اصحاب صفہ سے چلی آرہی ہے۔ یہی چیزیں طریقہ قلندریہ رحمانیہ میں شامل کی گئی ہیں۔

اب یوں سمجھنا چاہئے کہ طریقہ قلندریہ کی خالص چیزیں پانچ ہیں اور طریقہ قلندریہ

رحمانیہ میں وہ ادعیہ اور اوراد بھی شامل معمولات ہیں۔ جو صحت وسند کے ساتھ پہنچے ہیں۔اس لئے محض قلندری سلسلہ کی تعلیمات میں جو مستند چیزیں شامل کی ہیں۔وہ طریقہ رحمانیہ کی خصوصیات میں ہیں۔

''کشکول قلندری'' میں مذکور پانچ ارکان کا تذکرہ ہے اور'' الطاف سبحانی'' میں مشمولہ چیزیں بھی ہیں اور یہ طریقہ رحمانیہ کی خصوصیات میں ہیں۔اور یہ سب نہایت مستند اور صحیح ہیں اور ہر ضرر سے بفضل تعالی پاک ہیں۔

''معمولات خصوصی کا طریقہ نصاب تو وہی ہے جو ''کشکول قلندری'' میں ہے ''الطاف سبحانی'' میں مشمولہ چیزیں دائمی ورد کے لئے ہیں ان کا کوئی خاص نصاب مقرر نہیں اسکا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ادائے نصاب یہ معولات بے اثر ہیں اثر اندازی ہر حال میں اپنی جگہ قائم ہے۔ (ملفوظات ۲۲ اگست ۱۹۶۵)

اَسمائے حُسنیٰ

اَسمائے حُسنیٰ سے وہ اسماء مراد ہیں جن میں نُورِ وجُود کی تجلّی ہوتی ہے اور یہ تعداد میں ۶۷ ہیں۔ ہم نے اوراد میں اَسمائے حُسنیٰ کو اسی ترتیب سے لکھا ہے جس ترتیب سے کہ وہ متجلّی ہوتے ہیں۔ (صراط مستقیم ص۶۸ آستانہ بھوپال ۱۳۵۵ھ)

وَلِلّٰہِ اَسمَآءُ الْحُسنیٰ فَادْعُوْہُ بِھَا وَذرِ الَّذِیْنَ فَلْیحدُوْنَ فِی اسمَآئِہٖ ط

یَااَللّٰہُ اے اللہ جل شانہ	یَارَحْمٰنُ اے مہربان	یَارَحِیْمُ اے رحم والے	یَامَلِكُ اے بادشاہ
یَا قُدُّوْسُ اے پاک	یَاسَلَامُ اے سلامتی دینے والے	یَا مُؤْمِنُ اے امن دینے والے	یَامُھَیْمِنُ اے نگہبان
یَاعَزِیْزُ اے غالب	یَاجَبَّارُ اے زبردست	یَامُتَکَبِّرُ اے بزرگی والے	یَاخَالِقُ اے پیدا کرنے والے
یَا بَارِئُ اے بنانے والے	یَا مُصَوِّرُ اے صورت بخشنے والے	یَا بَدِیْعُ اے ایجاد کرنے والے	یَا قَادِرُ اے قدرت والے

یَاحَفِیْظُ	یَاقَوِیُّ	یَارَبُّ	یَااَحَدُ
اے حفاظت کرنے والے	اے قوت والے	اے پالنے والے	اے تنہا
یَا صَمَدُ	یَا وَاحِدُ	یَا قَهَّارُ	یَا وَهَّابُ
اے بے نیاز	اے اکیلے	اے قابو رکھنے والے	اے عطا فرمانے والے
یَا رَزَّاقُ	یَا فَتَّاحُ	یَاغَفَّارُ	یَا اَوَّلُ
اے روزی رساں	اے کھولنے والے	اے بخشنے والے	اے ازلی
یَا اٰخِرُ	یَا ظَاهِرُ	یَا بَاطِنُ	یَا نُوْرُ
اے ابدی	اے ظاہر	اے پوشیدہ	اے روشن
یَاعَلِیْمُ	یَا شَهِیْدُ	یَاحَکِیْمُ	یَا لَطِیْفُ
اے جاننے والے	اے شاہد حال	اے حکمت والے	اے نظر نہ آنے والے
یَا خَبِیْرُ	یَاسَمِیْعُ	یَا بَصِیْرُ	یَا حَلِیْمُ
اے باخبر	اے سننے والے	اے دیکھنے والے	اے بردبار
یَا غَفُوْرُ	یَا شَکُوْرُ	یَاعَلِیُّ	یَاعَظِیْمُ
اے بخشنے والے	اے قدردان	اے برتر	اے عظمت والے

یَا کَرِیْمُ	یَارَئُوفُ	یَا کَبِیْرُ	یَا مَجِیْدُ
اے سخاوت والے	اے شفقت والے	اے بزرگ تر	اے بڑائی والے
یَا وَدُوْدُ	یَاقَرِیْبُ	یَا مُجِیْبُ	یَاحَقُّ
اے محبت والے	اے نزدیک تر	اے دعا قبول کرنے والے	اے برحق
یَاوَلِیّ ُ	یَاحَمِیْدُ	یَا وَکِیْلُ	یَاقَدِیْرُ
اے مددگار	اے قابلِ حمد	اے کار ساز	اے قدرت والے
یَا تَوَّابُ	یَاعَفُوّ ُ	یَاغَنِیّ ُ	یَا جَامِعُ
اے توبہ قبول کرنے والے	اے معاف کرنے والے	اے بے پروا	اے ملانے والے
یَارَقِیْبُ	یَامُقِیْتُ	یَاحَسِیْبُ	یَابَرّ ُ
اے نگراں	اے قدرت والے	اے حساب لینے والے	اے احسان کرنے والے
یَا وَاسِعُ	یَا حَیّ ُ	یَا قَیُّوْمُ	
اے وسعت والے	اے زندہ	اے سنبھالنے والے	

۱۔ اَسمائے حُسنیٰ وہ اسماء ہیں جن میں نورِ وجود کی تجلّی ہوتی ہے۔

۲۔ اَسمائے حُسنیٰ تعداد میں ۶۷ ہیں ان میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش

نہیں۔ اس لئے اسمائے حُسنیٰ بیشمار نہیں۔

۳۔ ان اسمائے حُسنیٰ کے بارے میں ہدایت ہے فادعوبِهَا

۴۔ ان کے بارے میں یہ ہدایت بھی ہے وَذُرُوالّذِینَ یلحُدونَ فی اَسمَائِه

۵۔ اسمائے حُسنیٰ مخصوص ترتیب سے متجلی ہوتے ہیں

"اوراد میں اسمائے حُسنیٰ کو اسی ترتیب سے لکھا گیا ہے جس ترتیب سے وہ متجلی ہوتے ہیں"۔ (مؤلف)

تسبیح اعظم (افضل التسابیح)

اللہ

سُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

تسبیحات اسماء

۱۔ پہلی مرتبہ کشکول قلندری (گوشہ ادب لاہور اپریل ۱۹۵۵) میں منظر عام پر آئیں ان کی ترتیب یہ تھی۔

تسبیحاتِ فجر تسبیحاتِ عصر

الطاف سبحانی (فیروز سنز لاہور ۱۹۶۲ء) میں ان کی ترتیب یہ تھی

تسبیحاتِ عصر تسبیحاتِ فجر

تسبیحات کی ترتیب کے اس اختلاف کے بارہ میں میرے استفسار پر حضرت قبلہ نے قدرے توقف کے بعد بھوپال کے ایک مشاعرہ میں کسی شاعر کی پڑھی ہوئی غزل کا ایک شعر یاد فرمایا۔

سینہ میں دل ہے، دل میں داغ، داغ میں سوز و ساز عشق
پردہ بہ پردہ ہے نہاں پردہ نشین کا راز عشق

کچھ دیر مزید خاموشی کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

تسبیحات (عصر و فجر) میں راز اللہ ھو کا مضمر ہے۔ تسبیحات عصر میں اللہ اور تسبیحات فجر میں ھو کی تکرار ہے۔ اسی وجہ سے تسبیحات کی

ترتیب فجر، عصر نہیں بلکہ عصر فجر ہے۔ اس لئے 'ضمیمہ' میں اس ترتیب کو اختیار کیا گیا۔

اور ان تسبیحات کو پیش کرنے میں احقر نے یہ جسارت کی کہ تسبیحات میں اللہ

ھو کے راز نہاں کو عیاں کر دیا۔

'کشکول قلندری' اور 'الطاف سبحانی' کی تسبیحات عصر میں تسبیحات کی ترتیب میں کچھ فرق ہے۔ 'کشکول' میں تسبیح 'العلیم الشہید' ۲۴ ویں تسبیح ہے جبکہ 'الطاف' میں یہ ۲۹ ویں تسبیح ہے۔ نتیجتاً ۲۴ یا ۲۹ تسبیحات کے نمبر مختلف ہو گئے جبکہ ان کی ترتیب برقرار رہی۔ تسبیحات عصر کی ترتیب میں تسبیح 'العلیم الشہید' کے مقام کی تبدیلی کی۔ کچھ تشریح نہیں کی گئی۔ (مؤلف)

تسبیحات عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ وَتَبَارَکَ اسۡمُہٗ

اَللّٰہُ

۱۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الصَّمَدُ الۡوَاحِدُ

۲۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ

۳۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ النُّوۡرُ الۡعَلِیۡمُ

۴۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡکَبِیۡرُ الۡمُتَعَالُ

۵۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الرَّحِیۡمُ الۡکَرِیۡمُ

۶۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ

۷۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡحَمِیۡدُ الۡمَجِیۡدُ

۸۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡاَحَدُ الصَّمَدُ

۹۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡقَرِیۡبُ الۡمُجِیۡبُ

۱۰۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡعَفُوُّ الۡغَفُوۡرُ

۱۱۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الرَّئُوۡفُ الۡعَفُوُّ

۱۲۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡمَالِکُ الۡمَلِیۡکُ

۱۳۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡغَفُوۡرُ الشَّکُوۡرُ

۱۴۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الرَّبُّ الرَّفِیۡعُ

۱۵۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡوَهَّابُ

۱۶۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡمَلِیۡکُ الۡمُقۡتَدِرُ

۱۷۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اَللّٰہُ الۡغَنِیُّ الۡحَلِیۡمُ

١٨۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَفِيۡظُ الۡوَكِيۡلُ
١٩۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡقَادِرُ الۡمُقۡتَدِرُ
٢٠۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡبَدِيۡعُ الۡقَادِرُ
٢١۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَافِظُ النَّاصِرُ
٢٢۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡعَلَّامُ
٢٣۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡعَلِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ
٢٤۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡاَوَّلُ الظَّاهِرُ
٢٥۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡلَطِيۡفُ الۡبَاطِنُ
٢٦۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡخَبِيۡرُ الۡاٰخِرُ
٢٧۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَفِيۡظُ الرَّقِيۡبُ
٢٨۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الرَّقِيۡبُ الۡوَكِيۡلُ
٢٩۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡعَلِيۡمُ الشَّهِيۡدُ
٣٠۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الشَّهِيۡدُ الۡمُقِيۡتُ
٣١۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡحَسِيۡبُ الۡجَامِعُ
٣٢۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَاسِعُ الۡمُحِيۡطُ
٣٣۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡقَاهِرُ الۡحَفِيۡظُ
٣٤۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡوَكِيۡلُ النَّصِيۡرُ
٣٥۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ الۡمُبِيۡنُ

اَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ صَلٰوةٌ وَّسَلَامٌ عَلَيۡهِ۔

تسبیحات فجر

بِسْمِ اللّٰهِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَتَبَارَكَ اسْمُہٗ

هُوَ

۱۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

۲۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۳۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ

۴۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

۵۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ

۶۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

۷۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ

۸۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

۹۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

۱۰۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِيْزُ

۱۱۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

۱۲۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

۱۳۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ

۱۴۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

۱۵۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِيْرُ

۱۶۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ

۱۷۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

۱۸ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ
۱۹ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ
۲۰ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ
۲۱ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ
۲۲ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ
۲۳ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ
۲۴ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ
۲۵ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْبَرُّ الرَّحِیْمُ
۲۶ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ
۲۷ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ
۲۸ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ
۲۹ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
۳۰ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ
۳۱ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْخَالِقُ الْبَارِئُ
۳۲ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
۳۳ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ
۳۴ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ
۳۵ـ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَآاِلٰہَ اِلَّا **هُوَ** الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلٰوةٌ وَسَلَامٌ عَلَیْہِ۔

تسبیح اعظم الاذکار

آیاتِ اسماءِ حُسنیٰ پڑھکر تسبیح اعظم الاذکار ۳ بار پڑھنا چاہیے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ۔ سُبْحَانَ
پاک ہے ملک و ملکوت کا مالک۔ پاک ہے

ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَتِه وَالْقُدْرَةِ وَالْهَيْبَتِه
صاحب عزت، صاحب عظمت، صاحب قدرت، صاحب ہیبت،

وَالْكِبْرِيَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ
صاحب بزرگی، اور جبروت کا حاکم۔ پاک ہے، بادشاہ زندہ

الَّذِیْ لَايَنَامُ وَلَ يَمُوْتُ۔ سُبُّوْحٌ، قُدُّوْسٌ
جس کیلئے نہ نیند ہے نہ موت ہے۔ پاک پاکیزہ

رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَتِه وَالرُّوْحِ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ
ہمارا رب اور فرشتوں اور روح کا رب۔ پاک ہے اللہ

وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔
اور سب حمد بھی اسی کی ہی پاک ہے اللہ عظمت والا۔

اعظم الاذکار میں پانچ تسبیح شامل ہیں۔ اصحاب مکاشفہ سے منقول ہے کہ پہلی تسبیح ملائکہ مہیمین کی ہے۔ دوسری تسبیح ملائکہ عالین کی ہے۔ تیسری تسبیح ملائکہ مقربین کی ہے۔ چوتھی تسبیح رجال الغیب کی ہے۔ پانچویں تسبیح حاملین عرش کی ہے۔ ان تسبیحات کا پڑھنا روحانی برکات کے علاوہ ثواب عظیم کا باعث ہے۔

حضرت مرشدنا مد ظلہٗ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اعظم الاذکار کی تسبیح تمام وظائف واوراد کی سرتاج ہے، رات کی تنہائی میں روزانہ ستر بار پڑھنے سے روشن ضمیری پیدا ہوجاتی ہے، برلبِ دریا پانی کی لہروں کی طرف دیکھ کر ۳۶۰ بار روزانہ چالیس دن تک بے ناغہ پڑھنے سے عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے، اگر کسی بلند مقام پر آسمان کی طرف نظر کر کے چالیس دن تک ہزار بار روزانہ پڑھا جائے تو ایک عالم طلسم نظر کے سامنے سے گزرے گا جو تقویت ایمان کا باعث ہو کر معرفتِ الٰہی اور حصولِ قربِ ربانی کے ذوق کو بڑھائے گا۔

تسبیح اعظم الاذکار کی شبانہ روز کثرت سے ملائکہ، مومنِ اجنہ، وحوش وطیور مانوس ہوجاتے ہیں اور دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ اعظم الاذکار کی تسبیح پڑھنے والا نہایت پاکباز اور پرہیز گار ہوجاتا ہے اور سکون خاطر میسّر ہوتا ہے، اس مبارک تسبیح کے بہت فضائل وخواص ہیں۔

دعائے جلیلہ

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا سُبْحٰنَكَ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ
اے معبود ہمارے پروردگار تو پاک ہے اور حمد بھی تجھ ہی کو زیبا ہے تیرے سوا کوئی
وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْلَنَا
معبود نہیں تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں تو ہی ہمارا آقا ہے بس ہمارے گناہ بخش دے
وَارْحَمْنَا۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّلَامُ يَا ذَا الْجَلَالِ
اور ہم پر رحم فرما بیشک تو سلامتی دینے والا ہے اے صاحب جلال
وَالْاِكْرَامِ۔
واکرام۔

یہ مبارک دعا، تسبیح، تحمید، تہلیل، اور استغفار پر مشتمل ہے۔

(۱) ''ہر فرض نماز کے بعد دعاء جلیلہ ایک بار پڑھتے ہیں''۔ (الطاف سبحانی صہ ۸)

(۲) ''تسبیحاتِ عصر و تسبیحاتِ فجر کے بعد دعاء جلیلہ ۳-۳ بار پڑھتے ہیں۔ اور بعد نماز تہجد تسبیح اعظم الاذکار کے بعد سات (۷) بار یا ستر (۷۰) بار پڑھتے ہیں''۔ (تحفہ درویش صہ ۳۸)

روزانہ ستر بار بعد نماز ظہر پڑھنے سے علاوہ اُخروی ثواب کے دنیاوی فوائد اور جسمانی و روحانی منافع بہت ہیں۔

حضرت مرشد مدظلہٗ ہمیشہ نمازوں کے بعد کی دُعاؤں سے قبل ایک بار دعائے جلیلہ ضرور پڑھتے ہیں۔

حل مشکلات و مہمات، دفع بلیات و آفات، اور شفائے مرض لاعلاج کے لئے دُعائے جلیلہ ستر بار پڑھی جاتی ہے، طریقہ یہ ہے کہ دس ایک حلقہ میں بیٹھ کر ہر شخص ایک ایک ہزار پڑھے، جمعہ کی نماز کے بعد سے شروع کریں روزانہ بعد نماز ظہر اسی طرح سات دن تک پڑھیں جمعرات کے دن ختم ہوگا۔ حسب مقدور مساکین کو کھانا کھلائیں۔

بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا کہ ہم نے عرصہ دراز تک بہت وظیفے پڑھے مگر کچھ اثر نہ ہوا، معلوم ہونا چاہئے کہ تاثیر کے لئے اکل حلال اور صدقِ مقال شرط ہے۔ اسی کے ساتھ اخلاق و معاملات کی درستی اور عقائد صحیحہ کے ساتھ عبادات کی بجا آوری بھی لازمی ہے۔

بعض لوگوں کے اخلاق و معاملات نہایت گندے اور خراب ہوتے ہیں۔ بعض کے عقائد صحیح نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں قبولیتِ دعا اور برکات و تاثیرات کی اُمید کرنا ایک طرح کی ڈھٹائی ہے۔ اسماءِ حُسنیٰ، کلماتِ طیبہ اور آیاتِ کلام اللہ کے فیضان سے صالح اشخاص ہی مستفیض ہوتے ہیں۔ شرک و فسق، الحاد و بدعت، اور بد اخلاقی و بد معاملگی کی موجودگی میں رحمت کا نزول نہیں ہوتا، اسمائے الٰہی میں تو وہ اثر ہے کہ پتھر موم ہو جاتے ہیں، جو اصحاب اِن پاک چیزوں کی تاثیر دیکھنا چاہیں مذکورہ دعاء جلیلہ کو مکروہات و ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز کر کے پوری شرائط و لوازمات کے ساتھ چالیس دن بے ناغہ ایک ہزار سات سو پچاس بار روزانہ بعد نماز ظہر پڑھ کر دیکھیں۔

(فیضانِ قدسی ۵۰-۵۱)

درود شریف

اوراد و اذکار و اشغال کے اوّل آخر اس درود شریف کا پڑھنا طریقہ کا معمول ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(فیضان قدسی ۴۴-۴۶)

تسبیح سحر گاہی

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

اے معبود تیری ذات پاک ہے اور حمد بھی تیرے ہی لئے زیبا ہے۔ تیری ذات کے سوا کوئی معبود نہیں

اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ۔

اپنے تمام معاصی سے استغفار کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔

بعد نماز تہجد تسبیح سحر گاہی ستر بار پڑھتے ہیں۔
جب تک روح میں انجلائی کیفیت پیدا نہ ہو۔ ریاضات کا صحیح نتیجہ منکشف نہیں ہوتا۔
مجاہدات اور ریاضات کی جملہ اقسام میں انجلائے روح کے لیے سب سے زیادہ موثر اور مقوی باطن تین چیزیں ہیں۔

روزہ -----شب بیداری----تسبیح سحر گاہی

اس تسبیح سحر گاہی کے پڑھنے کا وقت بعد نماز تہجد ہے۔ اسکے پڑھنے کی مقدار فجر کی پہلی اذان تک ہے۔ ابتداء اس تسبیح سحر گاہی کو زبان سے ادا کرتے ہیں۔ اگر تنہا اور خاموش مقام ہو تو قدرے آواز سے پڑھنا چاہیے۔ بصورت دیگر آہستہ پڑھنا چاہیے۔
اس کے پڑھتے وقت معانی پر دھیان رکھنا اشد ضروری ہے۔ جب معانی اس طرح ذہن نشین ہو جائیں کہ ان کے مطالب کا مشاہدہ ہونے لگے اس وقت پھر زبان بند کر کے دل ہی دل میں اس تسبیح سحر گاہی کو پڑھتے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے انجلائے روح میں ترقی ہونے لگتی ہے۔
تسبیح سحر گاہی کے معانی ذہن نشین ہو کر جب مطالب کا مشاہدہ ہوتا ہے تو جملہ غلطیوں۔

بداعمالیوں اور گمراہیوں کا پورا منظر بیک آن مشہود ہوتا ہے اور جو اس کے نتائج قدرتی ہوتے ہیں وہ بھی مشہود ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں اپنے کردار کا صحیح احساس ہوکر انفعال کامل یعنی انتہائی ندامت اور عجز و انکسار ظہور میں آتے ہیں۔ یہیں سے روح میں انجلائی کیفیت شروع ہوتی ہے۔

۶

مراتب ومقامات قلندری

"قلندرانِ عالی مقام [1] جو دنیا میں ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ ان کی کُل تعداد تین سو ساٹھ بیان کی جاتی ہے۔ یہ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں منقسم ہیں۔ ہر ولایت میں پچاس پچاس قلندر ہیں اور دس قلندر قطب شمالی میں ہیں۔ ہر ولایت میں جو پچاس قلندر ہوتے ہیں ان میں چالیس ابدال اور دس اوتاد ہوتے ہیں۔ یہ سب قلندرانِ قہری ہیں۔ وہ دس قلندر جو قطب شمالی میں ہیں قلندرانِ دہری ہیں۔ ساری دنیا کا گشت کرتے ہیں۔

قلندرانِ قہری و دہری بہت بلند مرتبہ اور عالی مقام ہیں۔ انکے مراتب کا صحیح اندازہ آسان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ان اولیاء اللہ کے مراتب و مقامات کو انبیاء و ملائکہ کے مراتب و مقامات سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ (ابن عساکر)

قلندرانِ مہری کی کل تعداد ساری دنیا میں ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ ہر ولایت میں دس ہزار ہیں۔

قلندرانِ دہری میں ایک قلندرِ اعظم ہے اور دو انکے نائب ہیں اور سات کی نگرانی میں ایک ایک ولایت ہے۔

وہ قلندر جو کسی خدمت پر مامور نہیں، لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے ہر گوشے میں

---

[1] قلندرانِ قہری و دہری (مؤلف)

پھیلے ہوئے ہیں۔ جب کوئی صاحب مرتبہ قلندر وفات پاتا ہے تو ان میں سے کوئی اس کی جگہ مقرر ہوتا ہے۔ دنیا کا نظام ظاہری سب تنظیم باطنی کا عکس ہے۔ کارکنان قضا وقدر کے ماتحت اہل خدمات کام کرتے ہیں۔ حکومتوں کا تغیر وتبدل، ممالک کی فتح وشکست، قحط، وبا اور اسی قبیل کے واقعات وحالات مخلوق کے کردار واعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں جن کا ظہور عوام کے معاملات کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ دنیا میں ستر اوتاد، ۲۸۰ ابدال، ۳۵ ہزار قطب، ۳۵ ہزار غوث ہیں''۔

(کشکول قلندری' گوشۂ ادب لاہور صہ ۶۰-۶۲)

قلندرانِ درہفت ولایت

قلندرانِ مہری		قلندرانِ قہری		قلندرانِ دہری	
کل تعداد	۷۰،۰۰۰	کل تعداد	۳۵۰	کل تعداد	۱۰
فی ولایت	۱۰،۰۰۰	فی ولایت	۵۰	قلندر اعظم	۱
		عسکری تنظیم		نائب	۲
		وقائی امور		نگراں ولایت	۷
قطب (انتظامیہ امور)		**اوتاد**			
کل تعداد	۳۵،۰۰۰	کل تعداد	۷۰		
فی ولایت	۵،۰۰۰	فی ولایت	۱۰		
غوث (عدلیہ)		**ابدال**			
کل تعداد	۳۵،۰۰۰	کل تعداد	۲۸۰		
فی ولایت	۵،۰۰۰	فی ولایت	۴۰		

در ہر ولایت

قلندرانِ مہری	۱۰،۰۰۰	قلندرانِ قہری	۵۰	قلندرانِ دہری
قطب	۵،۰۰۰	اوتاد	۱۰	
غوث	۵،۰۰۰	ابدال	۴۰	

(مؤلف)

مراتب و مقاماتِ قلندری

روزِ ازل میں ارواح کی صفوں پر					حوالہ (لطائف قدسیہ)
اسماء الٰہی کی تجلی	اسماء قدوسی انبیاء علیہم السلام قلندران دہری	ملکوتی صلوٰۃ دائمون مشاہدہ دورانِ معراج مبین عرش معلی ... سے ملائکہ کی صف بندی بحالت سجود دائمون بحالت رکوع دائمون بحالت قیام دائمون	اسماء جلالی قلندران قہری سلاطین وملوک	اسماء جمالی قلندران مہری جملہ مخلوقات	صفحہ ۴۳
اقسامِ تسابیح	تسبیحاتِ قدوسی تسبیح اعظم — دعائے جلیلہ تسبیح سرمدی	تسبیحاتِ ربوبی ہر رکعت میں صلوٰتھم دائمون کا اجتماع تسبیحات رکوع وسجود مراقبہ صلوٰۃ الکعبہ	تسبیحاتِ الوہی تسبیحات اسماء (تسبیحات عصر و فجر)	تسبیحاتِ جبروتی تسبیح اعظم الاذکار	صفحہ ۵۳
تجلیات (باعتبار مرتبہ)	↓ تجلی اعظم قلندران دہری	↓ تجلی قرب ھُم فی صلوٰتھم دائمون	↓ تجلی اسمائی قلندران قہری	↓ تجلی نوری (ملکوتی - جبروتی) قلندران مہری	صفحہ ۵۷

(مؤلف)

۷

حضرت قبلہ کے

مراتب و مقاماتِ

قلندریہ

قلندر مہری

قلندرانِ مہری

''قلندرانِ مہری بستیوں اور آبادیوں سے قریب اپنا تکیہ یا دائرہ قائم کر کے مقیم ہو جاتے ہیں۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ خلق خدا فیض پاتی ہے۔ ان میں بعض متاہل ہوتے ہیں اور بعض مجردانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان ہی حضرات میں سے بعض اہل ارشاد ہوتے ہیں۔ بعض اہل خدمات، کوئی قطب ہوتا ہے، کوئی غوث انتظامیہ امور قطب سے متعلق ہوتے ہیں اور عدلیہ کا تعلق غوث سے ہوتا ہے''۔

(کشکول قلندری ۵۷)

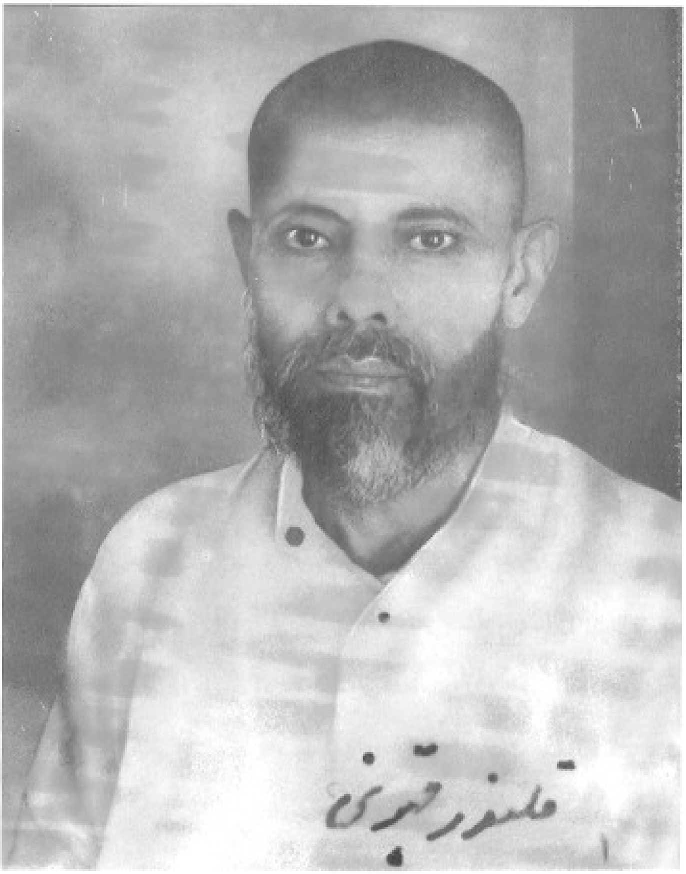

قلندر قہری

قلندرانِ قہری

’’ قلندرانِ قہری جنگلوں پہاڑوں اور چشموں پر سنسان اور ویران مگر پر فضا مقاموں پر اپنا زاویہ قائم کرتے ہیں۔ان حضرات تک عوام کی رسائی نہیں ہوتی۔عسکری تنظیم اور دفاعی امور ان حضرات سے متعلق ہوتے ہیں۔بعض اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں، بعض اپنی حدود مقررہ میں گشت کرتے ہیں۔اوتاد اور ابدال ان ہی حضرات میں سے ہوتے ہیں۔یہ حضرات اذدواجی زندگی سے قطعاً دور رہتے ہیں‘‘۔

(کشکول قلندری ۵۸)

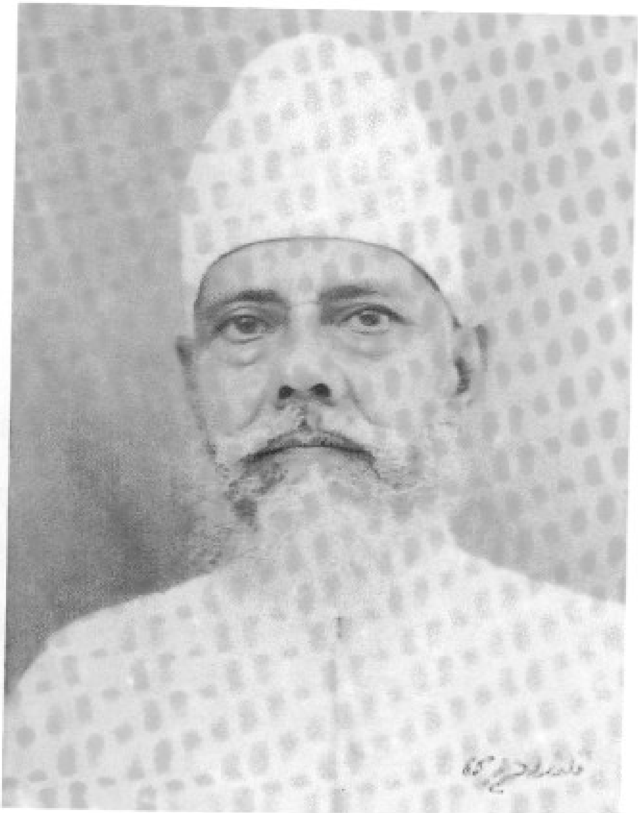

قلندر بیدہری

قلندرانِ دہری

''قلندرانِ دہری کسی جگہ مستقل قیام نہیں کرتے ہمیشہ گشت و گرد آوری میں رہتے ہیں۔ انتظام دنیا کے بعض کام ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ ''بڑے صاحب کمال'' ''صاحب تصرف'' ''صاحب کرامت'' ''صاحب خوارق عادات'' اور بڑے بلند پایہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان ہی حضرات میں سے کوئی ایک فرد قلندر اعظم ہوتا ہے۔ جو مستجاب الدعوات کے درجہ اور مرتبہ پر فائز ہو کر خضر وقت کہلاتا ہے''۔

(کشکول قلندری ۵۸)

حضرت خضر علیہ السلام

''خضر کے معنی ہیں سبزی۔ حضرت خضر کا نام ارمیا علیہ السلام ہے۔ خضر اس لئے کہتے تھے کہ وہ جہاں جاتے تھے وہ جگہ سبزہ زار بن جاتی تھی۔ خواہ کیسی ہی خشک ہو۔

''ریمیا' اس علم کو کہتے ہیں جس سے قطع مسافت ہوتی ہے۔ اور نظر سے پوشیدہ ہونا۔ حضرت کے نام مبارک کی وجہ سے اس علم کو 'ریمیا' کہتے ہیں۔

''اہل طریقت کا اٹل فیصلہ ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ مگر قلندروں کا اٹل فیصلہ ہے کہ ان کا جانشین خضر وقت ہوتا ہے اور ہر زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ قلندروں میں سے ہی ہوا ہے[۱]''۔

(ملفوظات ۱۰ مئی ۱۹۵۸ء)

۱۔ ۱۹۵۸-۵-۱۰

کچھ عرصہ کراچی وحیدر آباد (سندھ) کے درمیان مقام جنگ شاہی پر متمکن ہونے کا خیال رہا۔ اس سلسلے میں ایک بار حضرت قبلہ نے فرمایا ''جنگ شاہی آنکھوں کے

۱۔ قلندرانِ دہری مراد ہیں (مؤلف)

سامنے ہے۔ وہاں پانی نہیں۔ بچپن سے سبزہ زار کا شوق ہے۔ پھر خیال آیا کہ جس راہ پر خود گامزن ہوں "خضری" ہے خضر وقت بھی انہی لوگوں[1] میں سے ہوتے ہیں صوفی نہیں ہوتے۔ کیا عجب وہاں بیٹھنے سے وہ بھی سبزہ زار ہو جائے اس سے تسلی ہوئی"۔ (ملفوظات ۱۰ مئی ۱۹۵۸ء)

۲۔ ۱۹۶۰-۸-۶

حضرت قبلہ بجلی کے پنکھے سے دور بیٹھے تھے۔[2] شکایت فرمائی کہ ہوا نہیں آ رہی۔ چونکہ پنکھا قریب نہیں لایا جا سکتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے قریب کرسی سرکالی جائے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا۔

"جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے۔ یہ کوئی اپنا آستانہ تو ہے نہیں جہاں نشست بدلتی رہتی تھی"

اسی سلسلہ میں فرمایا۔

"اس بارے میں یعقوب صاحب مرحوم بہت کرید کرتے تھے کہ ہر دس روز کے بعد نشست کی سمت بدل جاتی ہے"۔ (یہ حوالہ کوزی کے آستانہ کا ہے۔ مؤلف)

کچھ تامل کے بعد فرمایا۔

---

[1] قلندران دہری مراد ہیں (مؤلف) [2] چکوال میں وکیل سید افتخار ناطق کے ہاں قیام تھا (مؤلف)

''آخر میں بھی تو دساسول سے ہوں''

یہ سوچ کر کہ براہ راست استفسار بیکار ہوگا میں نے دریافت کیا کہ نجوم و عملیات میں رجال الغیب کی سمتیں مختلف تاریخوں میں کیونکر مقرر ہیں اور ان کی کیا اصلیت ہے؟

حضرت قبلہ نے فرمایا۔

''کسی اہل باطن سے یہ بات ہاتھ لگ گئی ہے۔ پھر مزید فرمایا کہ دساسول سے مراد دس ۱۰ مخفی قوتیں ہیں۔ جو نظام عالم پر مسلط ہیں۔ مراد دس قلندرانِ دہری ہیں۔ ان میں سے ایک قلندرِ اعظم یا 'خضر وقت' ہوتا ہے۔ اس کا مسکن قطب شمالی ہے۔ دو اسکے نائب ہیں جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور سات سات سمتوں سے متعلق ہیں۔ یہ حضرات مختلف تاریخوں میں دنیا کی مختلف سمتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سفلی عملیات میں اس کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ قلندرِ اعظم کے مسکن کی طرف متوجہ ہونے سے کچھ نہ کچھ فیض ضرور ہوتا ہے''۔

(ملفوظات ۱۶ اگست ۱۹۶۰ء)

۳۔ ۱۹۷۲-۱۰-۴

جب سے بھون پہنچا ہوں۔ حضرت قبلہ صبح و شام یہاں سے روانگی کے بارے میں

گفتگو فرماتے رہے ہیں۔ روزآنہ مختلف مقامات کا تذکرہ ہوتا ہے کہ ان جگہوں میں کیا خوبیاں ہیں کیا قباحتیں ہیں۔

آخر میں ہر جگہ مسترد کردی جاتی۔

سکھر میں 'ایوب صاحب' کے ہاں قیام کے بارے میں شدومد کے ساتھ قصد کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ کل ایوب صاحب کی بیٹی شہناز کا خط آیا جس میں اصرار کے ساتھ سکھر آکران کے ہاں قیام کی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت قبلہ نے خط مجھے سنایا اور مشورہ طلب فرمایا۔ تفصیلی گفتگو کے بعد غور کرنے کے بارے میں فرمایا۔

آج سہ پہر پھر سکھر میں ایوب صاحب کے ہاں قیام کے مختلف پہلوؤں کا ازسرِنو تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اس کے بعد یک لخت فرمایا۔

'زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد'

یہ سن کر میں نے کہا۔ اگر گستاخی خیال نہ فرمائیں تو ایک بات عرض کروں۔

فرمایا۔ ہاں: ہاں: کہو

میں نے عرض کیا کہ مجھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اٹھارہ سال ہوگئے ہیں۔ اور خود حضرت قبلہ کے اس جگہ پر قیام کو ۱۲ سال گزر گئے ہیں۔ لیکن جب کبھی حاضر

خدمت ہوا صبح وشام سفر کا تذکرہ سنا۔اس کے باوجود موجود یہیں ہیں۔

فرمایا۔ ہاں۔جانا آنا کہیں نہیں۔

اس پر حضرت قبلہ کافی دیر تک ہنستے رہے۔

میں نے مزید عرض کیا کہ غالباً یہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت قبلہ قلندر دہری ہیں۔یہ سن کر فرمایا' یہ درست ہے'

۴۔ 5-10-1972

کل شام کی گفتگو کے حوالے سے میں نے اپنے بیان کی تصدیق چاہی کہ قلندر دہری ہونے کے باعث حضرت قبلہ کو مسلسل سفر میں ہونا چاہئے لیکن معتکف ہونے کی وجہ سے سفر کا مستقل تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔اس پر حضرت قبلہ کافی دیر تک ہنستے رہے اور فرمایا۔

'ہاں سفر نہیں تو اس کا تذکرہ سہی'

معمولاتِ خصوصی طریقۂ عالیہ قلندریہ رحمانیہ

موسوم

اُلطافِ سُبحانی

فیض

قلندرِ زماں حضرت شاہ اسد الرحمٰن قدسی

اعلی اللہ مقامہٗ

(۱۹۷۲ء)

(مؤلف)

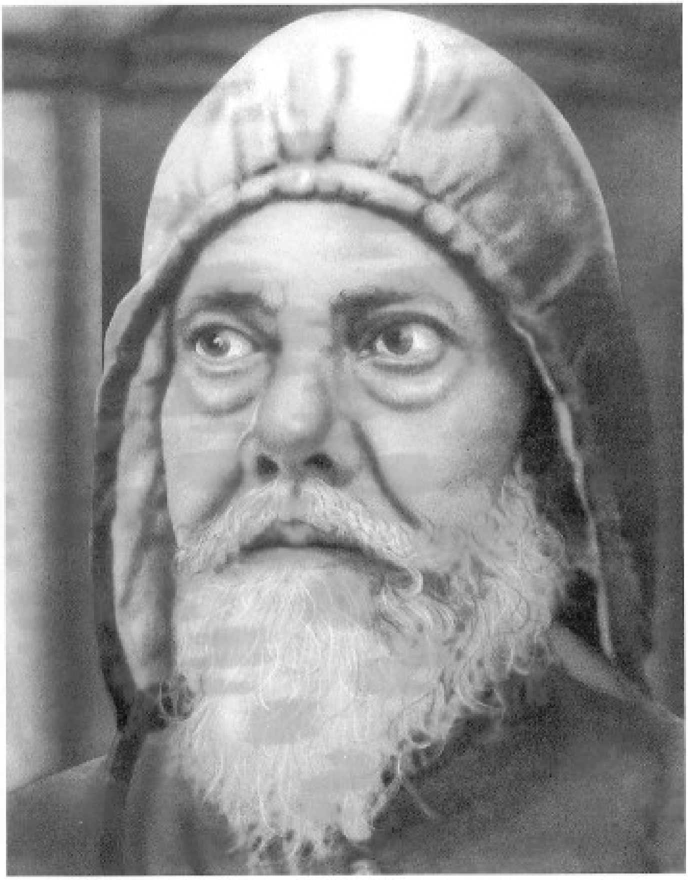

قلندر زمان

قلندرِ زمان

حضرت قبلہ قلندرِ زمان ہیں (قلندرِ دہری + صاحبِ زمان)

حضرت قبلہ سے قبل حضرت غوث علی شاہؒ قلندرِ زمان تھے۔

''صاحب زمانِ ہر تین صدی کے بعد ہوتے ہیں۔

ذیلی صاحبِ زمان بھی ہوتے ہیں

جو ہر صدی میں ہوتے ہیں''۔

(ملفوظات ۶ جولائی ۷۷ء)

صاحبِ الارشاد

صاحبِ قرآن----------------صاحبِ زمان

۱۔ قدیم ایام سے روحانیت کے دو سلسلے متواتر چلے آرہے ہیں۔ کتاب وسنت سے بھی یہی دو سلسلے ثابت ہیں۔ پہلے سلسلہ والے اہل صدق کہلاتے ہیں اور دوسرے سلسلہ والے اہلِ صفا کہلاتے ہیں۔

اہل صدق کا ایک ہی طریقہ ہے جو طریقہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے۔

اہل صفا کے بتیس ۳۲ طریقے ہیں جو طریقت کے نام سے موسوم ہیں۔

ان سب طریقوں میں ہر تیسری صدی میں ایک 'صاحب الارشاد' ہوتا ہے جسے 'صاحبِ قرآن' اور 'صاحبِ زمان' بھی کہتے ہیں۔ اپنے اپنے طریقہ کی مناسبت سے بھی لقب مقرر ہیں جیسے قلندرِ زمان، قطبِ زمان، اور غوثِ زمان وغیرہ۔

ہر صاحبِ الارشاد بتائید غیبی (دربارِ نبویؐ) ماحول اور حالاتِ وقت کی

مناسبت سے تعلیمات اور معمولات میں حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ کا مجاز ہوتا ہے یہ ترمیم و تنسیخ کتاب وسنت کی حدود کے اندر ہوتی ہے۔ ہر اہل سلسلہ کو اپنے صاحبِ الارشاد کی تعلیمات پر عمل کرنا لازم ہے۔

صاحبِ الارشاد اور قطبِ الارشاد جداگانہ ہوتے ہیں۔ قطبِ الارشاد ایک مرتبہ ہے۔

(ملفوظات ۷ جولائی ۱۹۶۳)

۲۔ ۲۶-۹-۱۹۷۲

ایک سلسلہ گفتگو کے دوران میں نے اقبال کے اس مصرعہ کا حوالہ دیا۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

اور عرض کیا کہ اقبال کی پہنچ اسی حد تک تھی۔ ان کا مشاہدہ اور بصیرت اس سے آگے نہ بڑھ سکی۔ غالباً ان کا ذاتی تجربہ اور احساس یہی تھا کہ وہ 'ربط ملت' سے ہی کچھ تھے۔ مگر تنہا کچھ نہیں۔ اسی کو انہوں نے شعر میں بیان کر دیا۔

حضرت قبلہ نے فرمایا: 'درست ہے'

میں نے عرض کیا کہ اقبال کے مصرعہ کی ایک استثناء پیغمبر کی ذات ہے۔

پیغمبر 'ربط ملت' سے نہیں بلکہ 'ربط ملت' 'پیغمبرؐ' کی ذات سے ہے۔ پیغمبر اور اس کی امت کا یہی تعلق ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا: 'یہ بالکل درست ہے'

میں نے عرض کیا یہی کیفیت خضرِ وقت کی بھی ہے۔

فرمایا: 'یہ درست ہے'

میں نے مزید عرض کیا کہ غالباً یہی حال صاحبِ زمان کا بھی ہے۔

(حضرت قبلہ خود قلندرِ زمان ہیں)

فرمایا: 'یہ بھی درست ہے'

میں نے دریافت کیا کیا صاحب زمان ابوالوقت بھی ہوتا ہے؟

فرمایا: 'ہاں'

میں نے پوچھا کہ غالباً ہر ابووقت 'صاحب زمان' نہیں ہوتا۔

فرمایا: صاحب زمان ابوالوقت ہوتا ہے، لیکن ابوالوقت کے لئے صاحب زمان ہونا لازمی نہیں۔

میں نے دریافت کیا کہ کیا ماضی و مستقبل کا مشاہدہ ابوالوقت کو ہوتا ہے؟

حضرت قبلہ نے فرمایا: 'دوسروں کو بھی انکشاف ہوتا ہے'

میں نے عرض کیا کہ غالباً دوسروں کے لئے یہ صرف کشف والہام کے ذیل میں ہے۔ لیکن ابوالوقت کے لئے یہ تصرف کے ذیل میں ہے۔

فرمایا: 'یہ درست ہے'۔ (ملفوظات ۲۶ ستمبر ۱۹۷۲ء)

٨

مجمع البحرين

اغلاط نامہ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
سرِ ورق	۴	ولی اللہ مقامہٗ	اعلیٰ اللہ مقامہٗ
۵	۵	کی	کہ
۵	۶	طبعت	طبیعت
۸	۱۱	مُخرِج	مُخرَج
۱۰	۴	دینی زکتاب	دینی کتاب
۱۵	۸	اسمائی وتوصفی	اسمائی وتوصفی
۱۷	۱۴	سنیہ	سینہ
۱۸	۷	طبعیت	طبیعت
۲۴	۱۰	زریعہ	ذریعہ
۳۱	۹	طبعیت	طبیعت
۳۲	۸	پیشتر	بیشتر
۴۰	۷	پنا	پناہ
۴۱	۱۲	ریاضیات	ریاضت
۴۴	۱۳	تسبیحات کے	تسبیحات کے بیان کے
۴۸	۵	یاپہلے	پہلے
۵۰	۲	مناسب	مناسبت
۵۴	۴	اسی	اس

ب

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۵۴	۱۱	اشیا کی تفصیل کیا ہیں	اشیا کیا ہیں
۵۶	۳	اصافی	اضافی
۵۹	۱	ہوتی ہے	ہوتی ہیں
۶۵	۳	جب تسبیحاتِ عصر	جب تسبیحاتِ فجر
۶۵	۳	جاتی ہے	جاتی ہیں
۶۵	۳	تاثیرات خواص	تاثیرات وخواص
۶۵	۶	لطائف	لطافت
۶۷	۱۲	واوس	وساوس
۸۳	۵	مرقد	مرقدہ
۸۸	۱	تسبت	نسبت
۹۲	۸	ابن قلب الاقطاب	ابن قطب الاقطاب
۹۵	۴	بعیت	بیعت
۹۵	۱۰	دربار بنوی	دربار نبوی
۹۵	۱۴	بعیت	بیعت
۹۶	۳	بعیت	بیعت
۹۶	۴	طریق رحمانی	طریق فیضِ رحمانی
۹۶	۵	حایل	حائل
۹۷	۱۴	صحابہ اکرام	صحابہ کرام

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۹۸	۱	نسبتا	نسبتاً
۹۸	۲	تیتیسواں	تینتیسواں
۱۰۷	۶	غریب شاہ قلندری مہری	غریب شاہ قلندر مہری
۱۰۷	۹	حضرت شام فضل	حضرت شاہ فضل
۱۱۰	۱۳	شاہ اجمیل رحمتہ	شاہ اجمل رحمتہ
۱۲۳	۱۳	مضمر	مظہر
۱۲۴	۶	نتیجتاً ۲۴ یا ۲۹	نتیجتاً ۲۴ تا ۲۹
۱۲۹	۹	وَلَ یَمُوْت	وَلَا یَمُوْت
۱۴۸	۸	سے ہی ہوا ہے	سے ہی ہوتا ہے
۱۶۵	۹	نقشبندیہ، مجددیہ	نقشبندیہ مجددیہ
۱۶۶	۲	۱۴ خاندادے	۱۴ خانوادے
۱۷۲	۲	فرمایا تھا یہ ان	فرمایا کہ ان
۱۷۴	۵	تسبیحات کے	تسبیحات کے بیان کے
۱۷۵	۱۰	نے اپنے حضرت	نے حضرت
۱۷۵	۱۱	تذکرہ فرمایا	تذکرہ میں فرمایا
۱۷۶	۸	رحمت الٰہی حاحب	رحمت الٰہی صاحب
۱۸۱	۲	اس دروان	اس دوران

ت

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۱۸۲	۲	کتابت	کتاب
۱۸۲	۶	نفسہ	نفسہٖ
۱۸۲	۹	نفسہ	نفسہٖ
۱۸۲	۱۴	نفسہ	نفسہٖ

اللّٰه

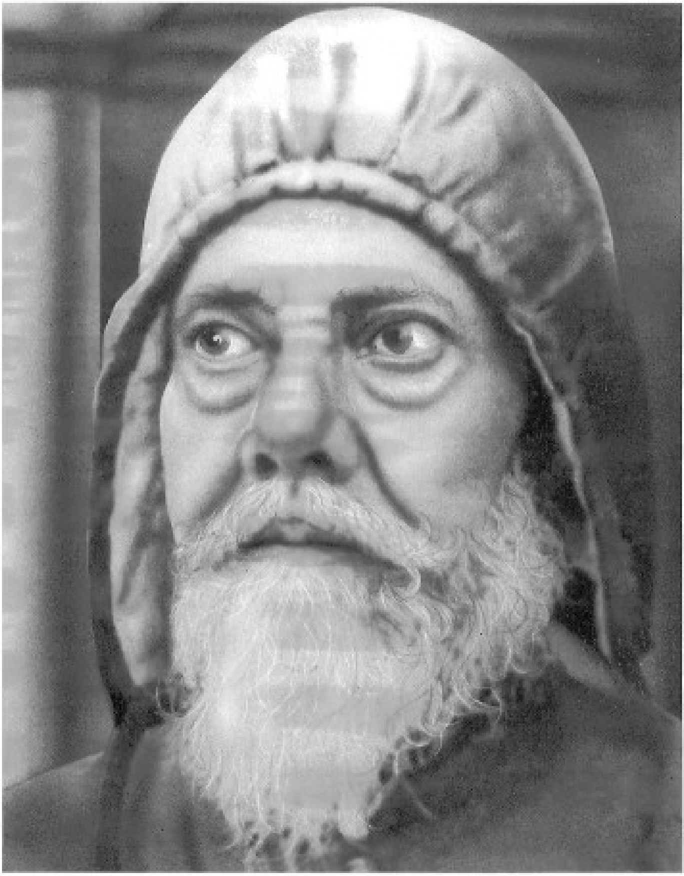

قلندرِ زمان

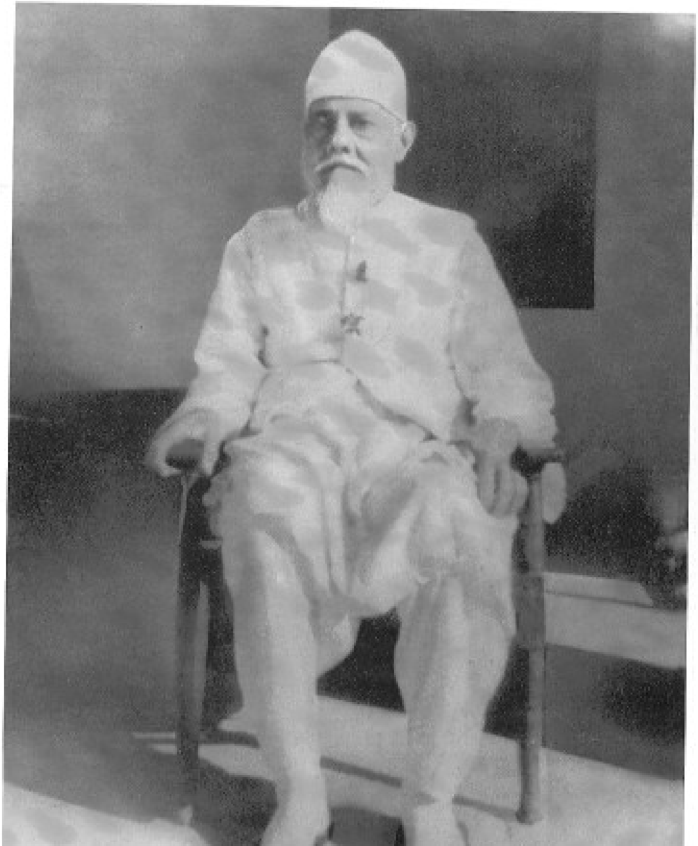

مجمع البحرین

حضرت قبلہ کی روحانی سرگزشت 'دعاء قدسی' سے شروع ہوتی ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا

۱۔ ''حضرت شاہ ولی اللہ نے دعاء حزب البحر کو پڑھ کر ہی حضرت شاہ ابوالحسن شاذلی کا مقام معلوم کرلیا تھا۔ زبان اور شوکت الفاظ سے ہی یہ راز ظاہر ہوگیا تھا۔ اسی طرح 'دعائے قدسی' کو پڑھ کر ہی یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس پر یہ دعا وارد ہوئی اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور وہ کس دور سے گزرا''۔

(ملفوظات ۲۸ دسمبر ۱۹۵۷ء)

۲۔ دعائے قدسی کے بارے میں حضرت قبلہ نے بیان فرمایا ہے۔

''اس مبارک دعاء کا آغاز ہماری اٹھارہ سالہ عمر میں ہوا تھا۔ جب ہم کسی ویران و پر خطر مقام میں بشرائط خلوت بحالت اعتکاف چلہ کش تھے۔ اس دعاء مقدس کی جو برکات ظہور میں آتی رہیں ان کا شمار ممکن نہیں۔ مسلسل چلّوں میں پیہم برکات کا ظہور ہوتا رہا۔ ایک عالم طلسم نظر کے سامنے سے گزر گیا۔ کامل ۲۷ سال میں یہ دعاء منوّر بتائید ربّانی تمام ہوئی''۔

'صراط مستقیم'

آستانہ بھوپال

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

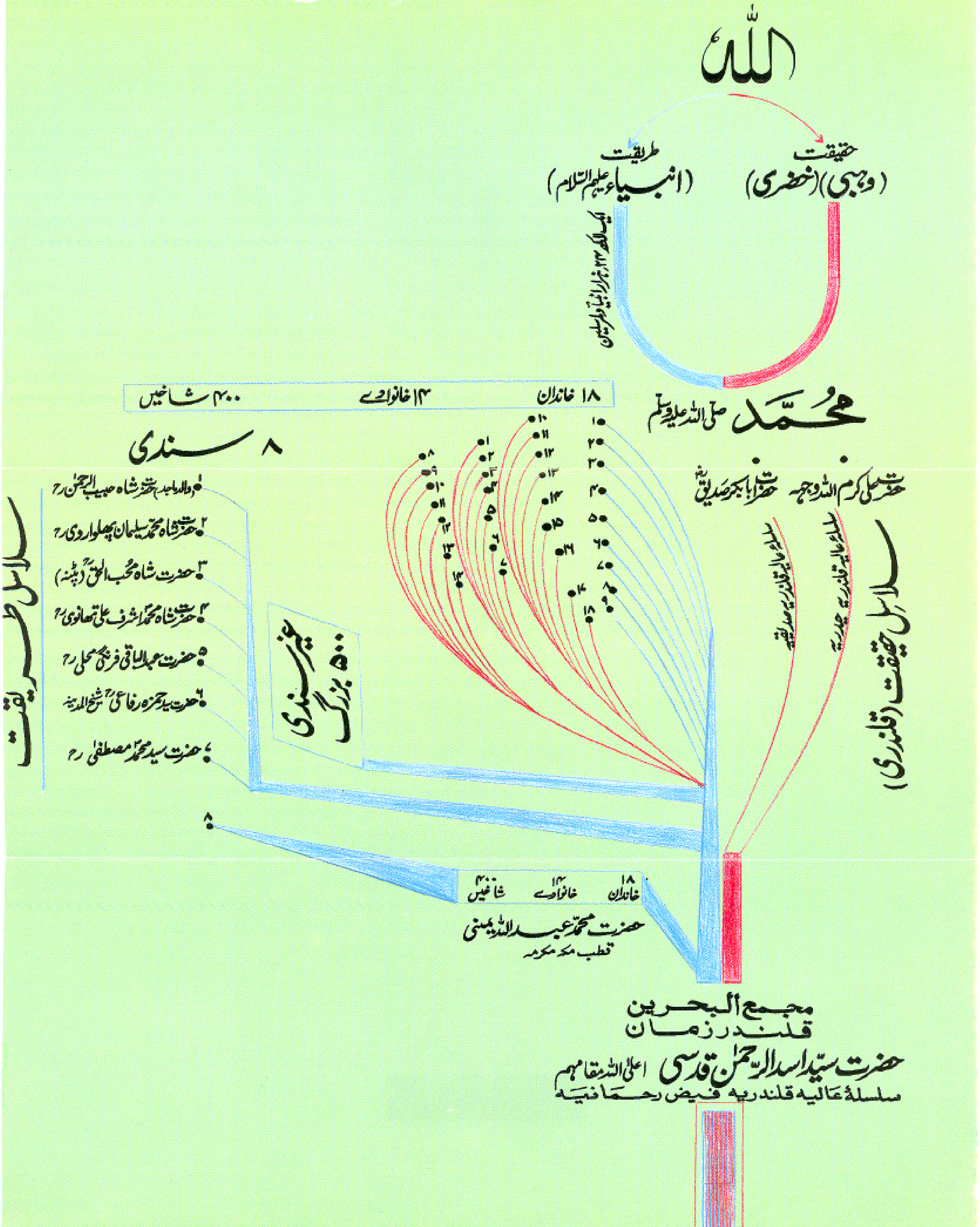

الله
حقیقت
وہبی (خضری)
طریقت
(انبیاء علیہم السلام)
ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء و مرسلین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
۱۸ خاندان ۱۴ خانوادے ۲۰۰ شاخیں
۸ سندی
حضرت علی کرم اللہ وجہہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی
سلسلۂ عالیہ قلندریہ حیدریہ
سلسلۂ عالیہ قلندریہ صدیقیہ
سلاسل حقیقت (قلندری)
سلاسل طریقت
۱ والد ماجد حضرت شاہ حبیب الرحمٰن رح
۲ حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی رح
۳ حضرت شاہ محب الحق رح (پٹنہ)
۴ حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانوی رح
۵ حضرت عبدالباقی فرنگی محلی رح
۶ حضرت سید حمزہ رفاعی رح شیخ المدینہ
۷ حضرت سید محمد مصطفی رح
۸
غیر سندی
۵۰۰ بزرگ
۱۸ خاندان
۱۴ خانوادے
۲۰۰ شاخیں
حضرت محمد عبداللہ یمنی
قطب مکہ مکرمہ
مجمع البحرین
قلندر زمان
حضرت سید اسد الرحمٰن قدسی اعلی اللہ مقامہم
سلسلۂ عالیہ قلندریہ فیض رحمانیہ

دعاء قدسی کی ابتدا ۱۳۲۸ھ سے ہوتی ہے اور اختتام ۱۳۵۵ھ میں۔

طریقت کا دور ۱۲ سال ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ھ تک

قلندری دور ۱۵ سال ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۵۵ھ تک

اس طرح دعاء ۲۷ سال میں تمام ہوئی۔

۳۔ دعائے قدسی کے بارے میں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

''آدھی دعاء طریقت کی ہے اور آدھی دعاء قلندری ہے''

قلندری دعاء شروع ہوتی ہے 'نِعمَ الْمَولٰی وَنِعمَ النَّصِیر' سے

''(دعاء حزب البحر بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ الہامی ہے اور دوسرا حصہ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ کا وجدانی ہے)

''آدھی دعاء تو بارہ برس کے طریقت کے دور میں پوری ہوئی۔ مگر جب قلندری دور شروع ہوا تو اس کا سلسلہ اور آگے چلا۔ جب دعاء مکمل ہوگئی تو اس کے بعض حصے عوام کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ اس لئے بتائید غیبی بہ اقتضائے حالات کسی قدر ردّوبدل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی دعائے قدسی میں اور دوسری میں خفیف سا فرق ہے''۔

(پہلی دعاء قدسی 'صراط مستقیم' آستانہ بھوپال ۱۳۵۵ھ۔

دوسری دعاء قدسی 'فیضان قدسی' گوشہ ادب لاہور ۱۹۵۴ء) (ملفوظات ۲۶ دسمبر ۱۹۵۷ء)

۴۔ اس دعا میں پہلا اسم 'رفیع الدرجات ذوالعرش' ہے یہ وہ اسم ہے جس کی تجلی صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے۔ اور انبیاء بین اللہ اور بین العباد ایک واسطہ ہیں۔ بغیر اس واسطے کے راہ ہدایت ممکن نہیں۔

۵۔ دعاء قدسی کے دوسرے حصے میں الوہیت ہے اور جبروت کا بیان ہے۔

(ملفوظات ۲۸ دسمبر ۱۹۵۷ء)

اس طرح دعاء قدسی میں طریقت اور قلندریت کا امتزاج ہے۔

طریقت اس کی ابتداء اور قلندری عالم جبروت اس کا منتہٰی ہے۔

یہی امتزاج حضرت قبلہ کی ذات اقدس کی روح رواں ہے۔

ارشادات بہ نسبت سلسلہ

۱۔ طریقت کے جملہ سلسلے حضرت قبلہ کی ذات اقدس میں مجتمع ہیں ان میں اٹھارہ ۱۸ خاندان چودہ ۱۴ خانوادے اور ان کی چار سو ۴۰۰ شاخیں شامل ہیں۔

طریقت کے مختلف سلسلوں اور انکی شاخوں کی اجازت سندی اور غیر سندی ہے۔

بہ زمانہ سیاحت ۱۳۴۱ھ --- ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۷ء) تقریباً پانچ سو ۵۰۰ بزرگوں سے طریقت کے مختلف سلسلوں اور ان کی اجازت حاصل ہوئی۔ یہ اجازت غیر سندی ہے۔

حج سے قبل اسنادی سلسلے اور ان کی اجازت حسب ذیل ہیں۔

قادریہ، نقشبندیہ، نقشبندیہ، مجددیہ۔

سہروردیہ (مع شاخوں کے) چشتیہ، شاذلیہ۔

حج کے موقع پر اسنادی سلسلے اور ان کی اجازت حسب ذیل ہیں۔

ناصریہ، بدویہ، عیدروسیہ، سنوسیہ

شاذلیہ، بکتاشیہ، مولویہ، رفاعیہ۔

آخری سند حضرت محمد عبداللہ یمنی قطبِ مکہ سے مکہ مکرمہ میں جملہ بتیس ۳۲ سلسلوں میں حاصل ہوئی۔ اس سند میں چودہ ۱۴ خانوادے اور ان کی چار سو ۴۰۰ شاخیں شامل ہیں۔

آخر میں طریقہ عالیہ فیض رحمانیہ کی امانت بے واسطے دربار نبوی سے روحانی طور پر حاصل ہوئی۔ طریقہ فیض رحمانیہ طریقت کے بتیس ۳۲ سلسلوں کا نچوڑ ہے۔

۲۔ اسی طرح حقیقت (قلندریہ) کے جملہ سلسلے حضرت قبلہ کی ذات اقدس میں مجتمع ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

طریقہ عالیہ قلندریہ صدیقیہ

طریقہ عالیہ قلندریہ حیدریہ

طریقہ عالیہ قلندریہ رحمانیہ

طریقہ عالیہ قلندریہ حیدریہ، فیض رحمانیہ

اسی طرح جملہ سلاسلِ طریقت و حقیقت مجتمع ہیں۔

جس طرح سلسلہ ہائے طریقت کا نچوڑ طریقہ فیض رحمانیہ ہے، اسی طرح طریقت اور قلندری سلسلوں کا اجتماع سلسلہ عالیہ قلندریہ فیض رحمانیہ ہے۔

صاحب شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صاحب حقیقت حضرت خضر علیہ السلام کے اجتماع کا مقام مجمع البحرین تھا۔ اب پیر و مرشد قلندرِ زمان حضرت سیّد اسد الرحمٰن قدسی' بہ ذات 'خود مجمع البحرین' ہیں۔

''چودھویں صدی کے قلندرِ زمان کی تعلیمات میں طریقت کے بتیس ۳۲ سلسلے اور سلسلہ عالیہ قلندریہ کے دونوں قلندری طریقے سب یک جا شامل ہیں۔''

''قلندرِ زمان سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ جملہ سلاسل سے متعلق ہیں''۔ (ملفوظات ۱۲ جولائی ۱۹۷۷ء)

اپنے سلسلہ کے بارے میں حضرت قبلہ نے فرمایا۔

''قلندری سلسلہ میرا بنیادی سلسلہ ہے۔ ویسے نسبت تمام سلسلوں اور طریقوں سے حاصل ہے۔ طریقہ 'فیض رحمانیہ' جملہ طریقت کے سلسلوں کا نچوڑ ہے۔ اسی وجہ سے طریقت کے جملہ سلسلے میری ذات میں مجتمع ہیں۔ اس سے پیشتر ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میرے مرنے کے پچاس سال بعد یہ راز منکشف ہوگا'' [1]

میں نے دریافت کیا آیا جملہ سلاسل طریقت کا یہ اجتماع قائم رہے گا یا ذاتِ اقدس کے لئے مخصوص ہے؟ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] حضرت قبلہ نے یہ بار بار فرمایا۔ (مؤلف)

'اب یہ تاریخی اجتماع تمام سلسلوں کا برقرار رہے گا' (ملفوظات ۷ مئی ۱۹۵۸ء)

'جذبہ وجدانی جسے قلندری اصطلاح میں نسبت کہتے ہیں ایک عطیہ رحمت ہے جو بعثت خاتم الانبیاء والمرسلین سے قبل جناب الٰہی سے بعض بندگان خاص کو وہبی طور سے بے واسطہ القا ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی شب میں جذبہ وجدانی مرحمت ہوا۔ اور اس کے جملہ نتائج و برکات بدرجہ اتم تفویض ہوئے۔ اور جملہ اسمائے حسنیٰ کی تجلیات وتاثیرات مکشوف ومشہود ہو کر یہ شرف بخشا گیا کہ اب تا قیامت کوئی شخص بھی ذات گرامیؐ کے وسیلہ کے بغیر اس نعمت کو حاصل نہیں کر سکتا'۔

(کشکول قلندری ۱۷)

باالفاظ دیگر حضور پر نورؐ سے قبل طریقت (نبوت) اور قلندری نسبت دو مختلف اور جداگانہ راہیں تھیں۔ حضور پر نور کی ذات گرامی میں یہ دونوں یکجا ہوئیں اور اب قلندری نسبت ذات گرامیؐ کے وسیلے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یعنی حضور پر نورؐ سے قبل طریقت نبی کے وسیلے سے تھی اور قلندری نسبت وہبی تھی۔ لیکن اب طریقت اور قلندری نسبت دونوں حضور پر نورؐ کے وسیلہ سے ہیں۔

جس طرح نبوت، طریقت، اور قلندری حضور پرنور کی ذات گرامی میں یکجا ہوئیں اسی طرح طریقت کے جملہ سلسلے اور قلندری سلسلے حضرت قبلہ کی ذات اقدس میں یکجا ہیں جو ان سے قبل کسی مرشد میں نہیں ہوئے تھے۔

میرے استفسار پر حضرت قبلہ نے فرمایا۔

''میری تعلیمات جملہ سلاسل کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ ان کی پوری اور صحیح اشاعت انشااللہ مہدوی [1] دور میں ہوگی''۔

(ملفوظات ۶ جولائی ۱۹۷۷ء)

---

[1] امام مہدی علیہ السلام

۹

ارشاداتِ ذاتی

ارشاداتِ ذاتی

۱۔ ''زندگی میں ہزاروں بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ لیکن دو آدمیوں سے سب سے زیادہ فائدہ پہنچا۔

۱۔ حضرت اشرف قلندرِ مہری اور

۲۔ حضرت شاہ محبّ الحق (پٹنہ) سے۔

ان دونوں کو ہر طرح سے مکمل پایا۔ حضرت شاہ محبّ الحق صاحب سے علمی فائدہ پہنچا اور حضرت شاہ اشرف قلندر سے تعلیماتی، درحقیقت تصوّف کے چکر سے انہوں نے نکالا۔ (یہ نومسلم کائستہ تھے، خداوند تعالیٰ جسکو چاہے نواز دے)

روحانی طور پر سب سے زیادہ فیض حضور انورؐ سے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور حضرت ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ سے پہنچا۔ والد ماجد کے والد بزرگوار حضرت شاہ نجف علی الرحمتہ کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے جانشین شاہ رفیع الدین محدث سے خلافت حاصل تھی۔ اس طرح شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ ان کے دادا پیر تھے اور حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد تھا کہ وہ حضرت ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے مقام پر قائم کیے گئے تھے''۔ (ملفوظات ۷ اجولائی ۱۹۶۰ء)

۲۔ مجھے پیش خدمت ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک سلسلہ گفتگو کے دوران حضرت قبلہ نے فرمایا تھا یہ ان کا روحانی مقام ایسا ہے کہ انہیں سوال کا جواب دینا پڑتا ہے۔ (اسی کا حاصل 'ملفوظات وارشادات ولطائف' کا ذخیرہ ہے)

۳۔ اعظم الاسماء

حضرت قبلہ کا اسم گرامی 'اسد الرحمٰن' تھا جبکہ 'الرحمٰن' ان کا اعظم الاسماء تھا۔

۴۔ قلندریِ تسبیح

میرے استفسار پر حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی تسبیح 'الرحمٰن المستعان' ہے۔

(تسبیحات عصر نمبر ۲)

حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ''شروع ہی سے تسبیح الرحمٰن المستان سے لگاؤ رہا۔ ایک زمانہ میں اس تسبیح کی تجلی میں جو کچھ ظاہر ہوا اس کو قلم بند کرنا شروع کیا۔ بہت پریشانی کا عالم ہوا کہ اس دفتر کو جو زمین سے آسمان تک پھیلا ہوا ہے کیونکر تحریر کیا جائے۔ بہت جلد اس کو بند کر دیا۔ اب بھی جب کبھی باطنی طور پر اس تسبیح کی تجلی کی طرف توجہ ہوتی ہے تو عرصہ تک لطف آتا ہے اور محویت طاری ہوتی ہے''۔

(ملفوظات ۳۱ جولائی ۱۹۶۳ء)

تسبیح الرحمٰن المستعان حضرت یعقوب علیہ السلام کی تسبیح تھی۔ (ملفوظات ۳ جنوری ۱۹۶۰ء)

۵۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

ا۔ ''خداوند تعالیٰ نے قرآنی معارف پر میرا انشراح صدر فرمایا ہے''۔

ب۔ ''خداوند تعالیٰ نے مجھے پورے قرآن مجید پر عبور عطا فرمایا ہے کیونکہ میں شاگرد ہوں حضورؐ پرنور کا''۔ (ملفوظات ۲۸ جون ۱۹۶۱ء)

۶۔ میں نے حضرت قبلہ سے تسبیحات عصر-فجر کی تلاوت (بطریق قلندریہ) کبھی نہیں سنی، ایک مرتبہ جسارت کر کے اسبارہ میں پوچھ لیا، حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وہ جب تسبیحات کی تلاوت شروع فرماتے ہیں جملہ تسبیحات متجلی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ان کی تلاوت کی احتیاج نہیں رہتی ہے۔

(یہ واضح ہوگیا کہ جملہ تسبیحات عصر (۳۵) و فجر (۳۵) حضرت قبلہ پر متجلی ہو چکی تھیں مؤلف')

۷۔ حضرت قبلہ کچھ عرصہ تک شیر (اسد) کی تسبیح کے مشتاق رہے۔ ایک گھنے جنگل میں چلہ کشی کے دوران قریب کے ایک ٹیلہ پر ایک شیر سے تسبیح 'الواحد القھار' ۳ بار سماعت فرمائی۔ (م۔ا۔ع)

۸۔ آستانہ (بھون) میں متعدد بار قیام کے دوران یہ دیکھا کہ ہر روز علی الصبح سرخ گلاب کے پھولوں کا ایک ڈھیر حضرت قبلہ کے سامنے رکھا ہوتا تھا۔ چند پھول قمیض کے بٹنوں سے منسلک فرمالیتے تھے۔ دوپہر کے بعد سب پھول ہٹا دیے جاتے۔

ایک مرتبہ جملہ اشیاء کی تسبیحات کے دوران اپنے بٹنوں میں لگے ہوئے پھولوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ جس وقت تک ان کی تسبیح سنائی دیتی ہیں انہیں اپنے پاس رکھتا ہوں اور جب بند ہوجاتی ہیں انہیں ہٹا دیتا ہوں۔

(م۔ا۔ع)

۹۔ حضرت قبلہ زمانہ مجاہدہ کے دوران سیر انفسی و آفاقی اور پرواز ارضی و سماوی و ماورائی سے سرفراز ہوئے۔ ان کو قلم بند فرمایا۔

لیکن بھوپال کے ایک بزرگ (مجذوب) نے سختی سے منع فرمایا اور والدہ محترمہ سے فرمایا کہ ''جو کچھ قلم بند ہوچکا ہے اسے تلف کردیا جائے' ورنہ قتل کردیا جائے گا'' والدہ محترمہ کی مداخلت کی وجہ سے ان جملہ مکتوبات کو ضائع کردیا گیا۔

(اس نوع کے کچھ ارشادات 'جہاں نما' 'علم و عرفان' میں موجود ہیں) (مؤلف)

۱۰۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب وہ کسی کے بارے میں دعا فرماتے ہیں تو وہ

شخص ان کے سامنے ہوتا ہے۔
میں نے دریافت کیا کہ تقریباً ستر ہزار متوسلین ان کو کس طرح یاد رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ یاد تو نہیں رہتے لیکن ان میں سے جب کوئی سامنے آتا ہے تو پہچان لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام ہے کہ جب متوسلین میں سے کوئی شخص ان کو یاد کرتا ہے تو اس کی صورت سامنے آتی ہے یا اس کا خیال ذہن میں آجاتا ہے اس طرح یہ سلسلہ متواتر جاری رہتا ہے۔
جب کسی کا خیال دل میں آجاتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص اس وقت کسی ضرورت سے انکی طرف رجوع ہے اس لئے دعا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ اس کی مدد فرمائے۔ (ملفوظات ۷ مئی ۱۹۵۸ء)

۱۱۔ بھون کے پوسٹ ماسٹر محمد حنیف نے اپنے حضرت قبلہ کے بارے میں تذکرہ فرمایا کہ احقر نے بارہا یہ دریافت کیا کہ حضرت عوام الناس کو فیض آپ کے در سے ہوتا ہے یا نہیں۔ ''ایک مرتبہ صرف اتنا فرمایا کہ میرا تعلق عوام سے نہیں بلکہ اُن لوگوں سے ہے۔ جو روحانی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور بس''

۱۲۔ حضرت قبلہ کے ہاتھ میں رعشہ تھا۔ جب کبھی بسلسلہ دستخط ضرورت پڑتی

دست مبارک کو پکڑ کر دستخط کرائے جاتے ایک دن احقر نے عرض کیا کہ دوا کا استعمال کیا جائے تو اللہ پاک صحت دے دیں۔ ''فرمایا کہ یہ دراصل رعشہ نہیں جس وقت حضرت حمزہ رفائیؒ نے رسالت مآب کی امانت سپرد کی تھی وہ امانت لیتے وقت ہاتھ کانپ گئے تھے اور یہ دراصل بیماری نہیں''۔

۱۳۔ ۲۲ مارچ ۱۹۷۵ء

صبح کی نماز کے قریب حضرت خضر علیہ السلام آستانہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔ غسل کی تیاری کرو تمہارے جنازہ کی نماز میں پڑھاؤں گا۔

۱۴۔ (راز کی بات) رحمت الٰہی حاجب نے صلوٰۃ الکعبہ کی حالت میں دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جنازہ کو بیت اللہ کا طواف کرا رہے ہیں۔ موصوف نے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ قدسیؔ صاحب کا جنازہ ہے، یہ ثبوت ہے بیت اللہ سے مناسبت کا۔

کچھ توقف کے بعد فرمایا۔

'خواہ کہیں دفن ہوں لاش وہیں پہنچے گی'

مزید فرمایا کہ:

حضرت علی کی پیدائش بیت اللہ میں ہوئی تھی۔ حضرت علیؑ کا نام اسد اللہ تھا۔ حضورؐ ان کو علیؑ کہہ کر پکارتے تھے، میرے اس خیال کی تصدیق فرمائی کہ 'یا علی' ان کا اعظم الاسماء تھا۔

۱۵۔ آخری ارشاد-------------آخری منزل

میرے ایک سوال کے جواب میں حضرت قبلہ نے فرمایا۔

''ذہن کسی اور طرف لگا ہوا ہے، اس لئے سب کچھ محو ہو چکا ہے سب خارج ہو چکا ہے، سب معمولات درد وغیرہ خارج ہو چکے ہیں، دھیان بٹ چکا ہے، صرف ورد قلندری ہے اور کچھ نہیں۔ آخر میں یہی ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور سب ختم ہو جاتی ہیں۔ آدمی جب تک منزل مقصود کو نہیں پہنچتا ہے معمولات اور وظیفوں کے چکر میں رہتا ہے۔

منزل مقصود پر پہنچ کر یہ سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ذہن سے بھی محو ہو جاتی ہیں۔

جب قلندر اپنی آخری منزل میں پہنچتے ہیں تو ورد قلندری ہی باقی رہ جاتا ہے۔

مشاہدات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ مشاہدات تو صرف رہنمائی کے لئے ہوتے ہیں۔

جب اپنی منزل کو پہنچ گیا تو مشاہدات بھی نہیں رہتے''۔ (ملفوظات ۲۵ جولائی ۱۹۷۷)

وردِ قلندری

اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (یکم محرم ۱۴۰۱ھ ۹ نومبر ۱۹۸۰)

''کچھ باعث تاخیر بھی تھا''۔

حضرت قبلہ کے ملفوظات وارشادات سے منتخب 'لطائف قدسیہ' کا مرتب فرمایا ہوا مسودہ ۲۸ مارچ ۱۹۶۶ء بذریعہ رجسٹری احقر کو موصول ہوا تھا۔ وہ اگر چاہتے تو 'لطائف' اس وقت شائع ہو جاتے۔ میری خامیوں اور کوتاہیوں سے حضرت قبلہ واقف تھے۔ اس کے باوجود یہ مسودہ احقر کے پاس ملفوظات وارشادات کے ذخیرہ میں محفوظ رہنے دیا گیا کیوں؟ (اس کا مجھے علم نہیں)

مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کہ مسودہ میں 'مقدمہ' کے لئے جگہ خالی رہنے دی گئی تھی۔ کیونکہ یہ مجھے سپرد قلم کرنا تھا۔!!!

احقر نہ صاحب قلم اور نہ صاحب زبان ہے اور نہ تصنیف و تالیف کا ماہر 'لطائف' پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائے گا ان سے متعلق کسی نوعیت کی تحریر کا میں اہل نہیں۔

اسبارہ میں سالہا سال کے ذہنی تذبذب کے بعد آخر کار حضرت قبلہ کے ارشاد گرامی کیطرف رجوع ہوا۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

(کشکول قلندری ۲۳)

اس لئے اب پرچہ بادا باد۔۔۔۔۔۔۔۔

جبکہ حضرت قبلہ نے 'لطائف' کو شائع کرنے کی بار بار تاکید فرمائی، دوسری طرف یہ بھی فرمادیا کہ امید نہیں کہ میری زندگی میں اسے شائع کرسکوگے۔

اس لئے 'لطائف' کے شائع ہونے میں طولانی تاخیر کی اور اسبارہ میں حضرت قبلہ کے بیان کی تشریح درکار ہے۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۰ء تک احقر کی ذاتی و خاندانی دشواریاں بلکہ مصیبتیں مسلسل جاری رہیں (یا جاری رکھی گئیں) ۱۹۸۰ میں جب حضرت قبلہ کے ارشاد گرامی (سمبے سجادہ رنگین کن) کے تحت یہ فیصلہ کرلیا کہ جس طرح ممکن ہوان کی تاکید گرامی کی تعمیل کی جائے گی تو مداخلت تاخیر کا دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ متعلق تھا میری طرف سے 'مقدمہ' کے خالی حصہ کو پر کرنا، اور مسودہ کی کتابت اس کی جانچ پرکھ۔ اور اسکی طباعت۔

اپنی جملہ خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود جب صفحۂ قرطاس کو رنگین کرنا شروع کردیا تو بینائی پر حملہ ہوا (یا حملہ کیا گیا)۔ ۱۴ سال بعد ''لطائف'' کی نظر ثانی کے دوران بینائی پر پھر حملہ ہوا۔ یہ ایک 'پیر بھائی' کی کاوش تھی قوۃ بینائی ضایع کرنیکی (آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا) مورخہ ۱۲ جولائی ۲۰۰۲ء

اس خباثت کے ظہور کے باوجود جس طرح ممکن ہوا اس کا مسودہ کتابت کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس دروان اغلاط و تصحیح کا دوسرا سلسلہ جاری ہوگیا اور ہر مرحلہ پر بینائی پر حملہ جاری رہا (تادم تحریر جاری ہے)۔

'لطائف' کے شائع ہونے میں مداخلت، تاخیر احقر تک مرکوز نہ رہی۔ 'لطائف' (بمعہ ضمیمہ) کی کتابت تین مرتبہ کرائی گئی، پہلی مرتبہ مکرمی و معظمی جناب عظمت علی صدیقی کی معرفت راولپنڈی میں کتابت کے بارے میں پیش قدمی ہوئی تو عظمت صاحب اپنے ذاتی 'ہجوم وافکار' اور خاندانی کثرت اشغال میں الجھ کر رہ گئے۔ اور جب ایک کاتب صاحب سے رابطہ ہوا تو خود کاتب صاحب نے اپنی بعض باطنی وجوہ پر کام ایک شاگرد کے سپرد کردیا۔ آخر میں انہوں نے خود یہ کام شروع کیا لیکن تکملہ نہ ہوسکا، جزویات کی تصحیح کا سلسلہ بذریعہ ڈاک جاری رہا جسے مجبوراً بند کرنا پڑا۔ دونوں مرتبہ یہی صورتحال پیش آئی آخر کار پنڈی میں کتابت وطباعت کا عزم ترک کرنا پڑا۔

چند سالوں کی مسلسل پراگندگی احوال وژولیدگی افکار کے بعد اسبارہ میں ڈاکٹر فرقان سرمد (مدیر اعلیٰ اوج روحانی) کی طرف رجوع ہوا۔ انہوں نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی تو وہ خود دو مرتبہ ہسپتال میں صاحب فراش رہے۔ آخر کار جب موجودہ کاتب صاحب سے اسبارہ میں سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو وہ بھی دو ماہ علیل رہے۔ بہر حال

جناب ڈاکٹر فرقان سرمد نے اپنی علمی و عملی مصروفیات کے باوجود 'لطائف' کی کتابت و طباعت پر اپنی توجہ اور علمی کاوش سے اسے کتابت کی صورت عنایت فرمائی۔

اس طرح احقر کے ساتھ جن کرم فرماؤں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا اور جن کاتب حضرات نے 'لطائف' کی کتابت کے لئے قلم اٹھایا ان سب کی ذاتی دشواریوں اور علالت کے ذریعے مداخلت۔ تاخیر جاری رہی (یا جاری رکھی گئی)

مداخلت، تاخیر کے بارے میں خامہ فرسائی فی نفسہ فضول ہے، درحقیت اس میں تلاش 'باعث تاخیر' کی ہے۔

تاخیر کی نوعیت ظاہر ہے۔ تاخیر کا ماخذ معلوم طلب بلکہ غور طلب ہے۔ اوّل تو یہ واضح ہو جائے کہ تاخیر کس بات کی مقصود تھی / ہے۔ تاخیر کا مقصد یا 'لطائف' کا فی نفسہ شائع ہونا، یا احقر کا 'لطائف' شائع کرنا ہوسکتا ہے۔

'لطائف' احقر کو عطا ہوئے ملفوظات وارشادات ہیں جو احقر کے پاس موجود ہیں، انہیں شائع کرنا احقر کے لئے نہ باعث حصول اور نہ باعث وصول۔ اور انہیں شائع کرنے میں کسی کا تاخیر کرنا، یا کرانا احقر کے لئے محض فضول ہے۔ ظاہر ہے کہ لطائف کے فی نفسہ شائع ہونے کی تاخیر مقصود تھی۔ اور یہ بات حضرت قبلہ کے علم میں تھی جس کا اشارہ ان کے بیان میں پنہاں تھا کہ امید نہیں کہ ان 'لطائف' کو میری زندگی میں

شائع کرسکو گے۔ (احقر نے متعدد بار یہ دیکھا کہ مداخلت و تاخیر کو حضرت قبلہ نظر انداز فرمادیا کرتے تھے)

''لطائف'' ملفوظات و ارشادات ہیں جملہ سلسلہائے طریقت و حقیقت کے مجمع البحرین ۱۴ویں صدی کے قلندرِ زمان کے جن کے جانشین کا ورود تین صدی کے بعد ہوگا۔ (۱۵۵ و ۱۵۷) ان کی طرف سے 'لطائف' کو شائع کرنے کی تاکید کی اہمیت واضح ہے۔

ظاہر ہے کہ مجمع البحرین۔ قلندرِ زمان کے اس روحانی و باطنی فیصلہ کی مخالفت نہیں ہوسکتی تھی۔ صرف مداخلت بصورت تاخیر پیش آسکتی تھی۔ یہ تاخیر مسلسل پیش آتی رہی (اور تادم تحریر جاری ہے)

اس طولانی تاخیری کاوش کا ماخذ کیا ہوسکتا ہے؟

یہ سوال جتنا تلخ ہے احقر کا جواب بھی اتنا ہی تلخ ہے۔

حضرت قبلہ کا ارشاد گرامی ہے۔

''دنیا کا نظام ظاہری سب تنظیم باطنی کا عکس ہے''۔ (۹۱ 'کشکول قلندری')

دنیا کے جملہ حالات و واقعات محض حادثات و اتفاقات نہیں بلکہ نظام ظاہری کا مظہر

ہیں۔ اس نظام ظاہری میں اچھائی و برائی، خیر وشر، لطافت وکثافت، شرافت وخباثت سب شامل ہیں۔ اور یہ سب تنظیم باطنی کا عکس ہیں۔ احقر کے خیال میں جس طرح 'ظاہر' شر اور خباثت تک محدود نہیں اسی طرح 'باطن' اور خیر اور لطافت اور شرافت ذوالمعنی نہیں۔ شر صرف ظاہری نہیں۔ اس کا ماخذ صرف ظاہری نہیں۔ باطنی ماخذ کا ظہور صرف خیر وخوبی نہیں۔

مجمع البحرین۔ قلندر زمان کے لطائف کے شائع ہونے میں تاخیر ہرگز خیر وخوبی نہیں اور یہ مداخلت وتاخیر محض ظاہری نہیں۔ جس مداخلت اور تاخیر کا حضرت قبلہ کو علم تھا وہ خیر وخوبی پر مبنی نہ تھی اور وہ ظاہری نہ تھی۔

کاش احقر راہ حقیقت میں اس خیال نوردی کو حضرت قبلہ کے روبرو پیش کرسکتا تاکہ اگر صحیح ہے تو وہ اسکی تصدیق فرماتے اور اگر غلط ہے تو اسکی تصحیح فرماتے۔

احقر

محمد اکرام علی: کراچی

۲ جولائی ۱۹۸۸ء

امام الاولیا حضرت اسد الرحمٰن قدسی مدظلہ

ولادت ــــــــــ وصال

بھوپال ــــــــــ بھون (چکوال)

۱۲ رجب ۱۳۱۱ھ ــــــــــ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

حضرت مرنجان مرنج قسم کے بزرگ تھے، آپ نے بڑا شگفتہ مزاج پایا تھا۔ بذلہ سنجی کو سند فرماتے۔ آپ بھوپال کی ثقافتی زندگی کی جان تھے۔ آپ کے دم سے شہرستانِ عبید کی محفلیں گرم تھیں۔ وہاں علماء مشائخ اور مشاہیر کا اژدہام رہتا تھا۔ علامہ اقبال، جگر مرادآبادی، اصغر گونڈوی، مولانا ابوالکلام آزاد، سیّد سلیمان ندوی، اور خواجہ حسن نظامی جیسے بزرگ آستانہ پر تشریف لاتے اور حضرت کے فیضِ صحبت سے لطف اٹھاتے۔ علامہ اقبال نے ''جواب شکوہ'' آپ ہی کی تحریک پر لکھا اور جگر صاحب کی ترک شراب نوشی آپ ہی کی صحبت کی مرہون منت ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور پیر مہر علی شاہ سے قریبی تعلقات سے آپ ان بزرگوں کی علمی اور دینی خدمات کے معترف تھے۔ ان کا ذکر بڑی محبت سے کرتے اور ان کے لئے بلندی درجات کی دعا فرماتے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ او لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

اسلام آباد ــــــــــ گدائے بینوا

۱۲ رجب ۱۴۰۱ھ ــــــــــ عظمت علی صدیقی۔

یادداشت

یادداشت

یادداشت

یادداشت